سیرتِ مفتئ اعظم

مصنف

نواسۂ مفتیِ اعظم حضرت مولانا
محمد نوید رضا خاں قادری
(خانقاہ قادریہ رضویہ، ممبئی)

باہتمام وحسب فرمائش: نواس داماد حضور مفتیٔ اعظم
حضرت الحاج سلیم رضا خاں قادری نوری

ناشر: **بریلوی اسٹڈیز سینٹر**
محمد علی روڈ، ممبئی ۳
موبائل نمبر: 9820767816

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	**سیرت مفتئ اعظم**
مصنف	:	نواسۂ مفتیِ اعظم حضرت مولانا نوید رضا قادری (خانقاہ قادریہ رضویہ، ممبئی)
نظر ثانی	:	نواس دامادِ حضور مفتیٔ اعظم حضرت الحاج سلیم رضا خان قادری نوری
کمپوزنگ	:	مولانا عبد اللہ اعظمی نجمی (مدرس جامعہ حرا انجم العلوم، مہاپولی)
اشاعت اول	:	بموقع عرس صد سالہ سرکار اعلیٰ حضرت، نومبر ۲۰۱۸ء
صفحات	:	۱۰۴
ناشر	:	**بریلوی اسٹڈیز سینٹر**
طابع	:	ماڈرن پرنٹرس، ممبئی (فون: 9096590530)
قیمت:	:	

مصنف سے رابطہ:
نواسۂ مفتیِ اعظم حضرت مولانا محمد نوید رضا خاں قادری
۲۲۲ رزکریا مسجد، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔ ۳
موبائل: 9820767816
E-mail: navedraza1221@gmail.com

فہرست کتاب

انتساب	۸
تقریظ جلیل	۹
کلماتِ تبریک	۱۰
پیش لفظ	۱۲
دعائیہ کلمات	۱۴
سخن ہائے گفتنی	۱۵
پہلا باب (مفتیٔ اعظم اور نماز)	۱۷
غریب کی نماز کی فکر	۱۸
معذور صاحبزادی کی نماز کی فکر	۱۹
نماز کے لیے بس کو چھوڑ دیا	۱۹
نماز کے لیے کافروں کی پروانہ کرنا	۲۰
مفتیٔ اعظم رخصت پر نہیں عزیمت پر عمل کرتے تھے	۲۱
اعلیٰ حضرت کی ایک کرامت	۲۲
نماز کی فکر، متاع دنیا سے بے فکری	۲۳
دوسرا باب (تواضع وانکساری)	۲۴
اپنا تعارف نہیں کروایا	۲۵
لوگ ایسا کہتے ہیں	۲۷
خود کو مفتیٔ اعظم لکھنے پر ناگواری	۲۸
طلبہ سے محبت اور شفقت فرمانا	۲۹
جمالِ حضرتِ احمد رضا کا آئینہ تم ہو	۳۰
تواضعاً خود کو کم علم سمجھنا	۳۱
عاجزی کی اعلیٰ مثال	۳۲
ایک لطیف حکایت	۳۲

دنیا میں رہ کر تارک دنیا رہے	۳۶
تبلیغ دین کے لیے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا	۳۷
تیسرا باب (صلاح واصلاح)	۳۹
تراویح میں حافظ قرآن کی اصلاح کا انوکھا طریقہ	۴۰
نمازیوں کی اصلاح کی فکر	۴۱
خادم کی اصلاح اور بزرگوں میں آپسی محبت	۴۳
کام کی ابتدا میں بسم اللہ کی تعلیم	۴۳
دیہاتی مرید کا کلمہ شریف درست کرانا	۴۴
خط لکھواتے ہوئے مولوی صاحب کی اصلاح	۴۵
نواب اور اس کے دوستوں کی اصلاح	۴۵
حلال کمائی کی ترغیب اور حرام سے بچنے کی تنبیہ	۴۷
نواسیوں کی اصلاح	۴۸
چوتھا باب (کشف وکرامت)	۵۰
فراست باطنی	۵۱
جوٹھے میں شفا اور کشف باطنی	۵۲
شریعت کی پاسداری اور کشف باطنی	۵۳
سوال پوچھنے سے پہلے ہی جواب عطا کرنا	۵۴
کتاب کھولتے ہی عبارت مل جاتی	۵۴
مفتیٔ اعظم کی انگوٹھی	۵۵
وہی خوشبو وہی ذائقہ	۵۵
دلوں کے خطرات پر آگاہی	۵۶
دعا کی برکت سے ایمان مل گیا	۵۷
ایک بڑا حادثہ ٹل گیا	۵۸
تاج الشریعہ کی طرف سے پیسے عطا فرمائے	۵۸
پانچواں باب (اخلاقیات)	۵۹
علالت میں بیٹی کا خیال	۵۹

بے مثال مہمان نوازی	۶۰
غریبوں سے حسن خلق	۶۱
چھوٹوں پر شفقت	۶۲
استاذ کے ساتھ حسن خلق	۶۳
جانوروں کا خیال	۶۴
غریب کا دل رکھنا	۶۴
نواسی کی فرمائش کو پورا کرنا	۶۵
عید کی خوشیاں بچوں کے ساتھ بانٹنا	۶۶
بیٹی کی دل جوئی کرنا	۶۶
بیمار نواسی کی عیادت	۶۷
دوسرے مریضوں پر بھی دم فرمانا	۶۷
نانا کا کمال شفقت	۶۷
بچوں سے برتاؤ	۶۷
اعلیٰ حضرت کے خلفا کے ساتھ حسن سلوک	۶۸
والدہ کا ادب	۶۸
بیوہ بیٹی کے یتیم بچوں کا خیال	۶۹
سیدوں کے ساتھ حسن سلوک	۷۰
مہربان چچا	۷۰
عزیزوں کے لیے گاؤں والوں کو تنبیہ	۷۱
دیہاتیوں سے ان کی زبان میں کلام کرنا	۷۱
غریب رشتہ دار کو عزت	۷۱
چھٹا باب (اتباع سنت)	۷۲
داہنی جانب کا اہتمام	۷۳
گاڑی میں پیچھے بیٹھنا	۷۴
اعداد لکھنے کا طریقہ	۷۴
لوٹے کا استعمال	۷۴

کسی سے کچھ نہیں مانگنا	۷۵
گھر میں ٹیلی فون نہ رکھنا	۷۵
تصویر سے سخت پرہیز	۷۶
سنت رسول ﷺ سے مختلف فیہ مسائل کا حل	۷۷
لاؤڈ اسپیکر والی نماز کا مسئلہ	۷۷
ساتواں باب (متفرقات)	۷۹
جنات بھی معتقد تھے	۷۹
بیٹھک میں جنات	۸۰
جنات سے بات	۸۰
حضور مفتیٔ اعظم کی صاحبزادی کا پردہ	۸۱
حضور مفتیٔ اعظم کی والدہ کا پردہ	۸۱
حضور مفتیٔ اعظم کی اہلیہ کا پردہ	۸۲
حکمتِ عملی سے کام لینا	۸۳
جلال کے وقت بولنے میں احتیاط	۸۴
تمام مریدوں کو یاد رکھنا	۸۵
مدرسے کی چیزوں میں احتیاط	۸۵
پیسوں میں احتیاط	۸۵
بنے اور منے کا واقعہ	۸۶
اپنے لیے لوگوں کا ہاتھ باندھنا ناپسند فرمانا	۸۶
حج کا ارادہ ملتوی کر دیا بعد میں تشریف لے گئے	۸۷
مدرسے کے بچے سے کام نہیں لیتے	۸۸
بہن کو دعا	۸۸
ستارۂ ہند	۸۹
ایک صاحب کے متعلق سوال	۸۹
گھوڑا نہیں لیا	۹۰
گاڑی نہیں لی	۹۰

اللہ و رسول پر بھروسہ	۹۱
ہمارے یہاں تعویذ نہیں بکتے	۹۲
ہر معاملہ میں شریعت کو ملحوظ رکھنا	۹۲
حضرت کی سادگی	۹۳
اپنی شادی میں بھوکے رہے	۹۴
ایک شخص کے ایمان کا واقعہ	۹۴
عرس کے مہمانوں کا خیال	۹۵
اعلیٰ حضرت کے خلیفہ کا مشورہ	۹۵
اپنے پیر کے عرس میں خدمت کرنا	۹۵
مہر کی رقم کو بڑھا دیا	۹۶
مہر ادا کرنے کا طریقہ	۹۶
ادب رسول ﷺ	۹۷
خدا کی مرضی معلوم نہیں ہوتی	۹۷
حضرت کی برکت سے مالا مال ہو گئے	۹۷
دھوبن کی عقیدت	۹۸
حرمین شریفین میں مفتیِ اعظم	۹۸
مفتیِ اعظم کی برکت سے دین دار ہو گئے	۹۹
بیالیس عمارتوں میں تشریف لے جانا	۱۰۰
مرید کی پیسوں سے مدد	۱۰۰
کیا واقعی رجوع فرمایا	۱۰۱
کھانا مچھلیوں کو ڈلوا دیا	۱۰۱
کولھو کے بیل	۱۰۱
پڑھا کم ہے گھنے زیادہ ہیں	۱۰۲
حضور مفتیِ اعظم کی اولاد	۱۰۳
مفتیِ اعظم کا خواب	۱۰۴

انتساب

اپنی اس کاوش کو **والدہ کریمہ نکہت فاطمہ** حفیدۂ استاد زمن ونواسی حضور مفتی اعظم کے نام سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔آمین

میری والدہ جن کا دل خوفِ خدا، محبت رسول، عقیدت غوث و خواجہ و رضا اور اپنے نانا مفتیٔ اعظم کی تعلیمات سے منور تھا۔ پنج وقتہ نماز کی پابندی بچپن سے تھی۔ میری والدہ صلہ رحمی، غربا پروری، حق گوئی اور مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اپنی والدہ کی دعاؤں کو اپنے ساتھ شامل حال پاتا ہوں، والدہ کی دعا کی برکت سے میں نے لکھنے پڑھنے کی سعادت حاصل کی، آپ بریلی شریف میں اپنے آبا واجداد وبزرگوں کے جوار میں آرام فرماہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور میری والدہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اس کتاب کے قارئین سے التماس ہے کہ وہ بھی اپنی دعاؤں میں میری والدہ کو اور اس ناچیز کو یاد رکھیں۔

سگِ بارگاہ اعلیٰ حضرت ومفتیٔ اعظم ہند

محمد نوید رضا خان قادری برکاتی

موبائل:9820767816

email: navedraza1221@gmail.com

تقریظ جلیل

یادگار اعلیٰ حضرت، چشم و چراغ حجۃ الاسلام، نور دیدۂ مفتیِ اعظم جگر گوشۂ مفسر اعظم، پیر طریقت،
رہبر راہ شریعت، خاندان رضا کی سب سے بزرگ ترین شخصیت حضور سیدی تاج ملت،
حضرت علامہ الحاج **محمد منان رضا خان** صاحب قبلہ المعروف حضور منانی میاں
ادام اللہ اقبالہٗ و مد علینا ظلہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ○

عزیزم مولوی نوید رضا خاں سلّمہٗ نے میرے جد کریم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفی رضا خان صاحب المعروف حضور مفتیِ اعظم ہند کی حیات طیبہ پر خاندانی روایات پر مشتمل ایک مستند اور معتبر کتاب بنام سیرت مفتیِ اعظم تصنیف کی ہے، نوید ملت حضور مفتیِ اعظم ہند کے حقیقی پر نواسے اور فقیر قادری کے رشتہ میں بھانجے اور داماد ہیں، کم عمری سے کتابیں لکھ رہے ہیں، طبیعت سنجیدہ اور مزاج خالص علمی ہے، انگریزی اور اردو میں کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں دینی جلسوں میں تقاریر کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ تبلیغی اسفار بھی فرماتے ہیں۔ نوجوانی کے باوجود سلسلۂ قادریہ رضویہ میں لوگ ان کے ہاتھوں پر بیعت بھی ہوتے ہیں۔ فقیر قادری دعا گو ہے رب قدیر اس کتاب کو شرف مقبولیت بخشے، مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انھیں مزید دینی کام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲۷ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ
محمد منان رضا منانی غفرلہ

کلمات تبریک

نبیرۂ اعلیٰ حضرت خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ
محمد عمران رضا خان صاحب سمنانی میاں مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم
اللہ رب محمد صلّٰی علیہ وسلمّا
نحن عباد محمد صلی علیہ وسلمّا
وعلیٰ ذویہ وآلہ ابد الدھور و کرّمّا

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل، اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے کہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر عنایت سے **اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی** رضی عنہ ربہ القوی کے صد سالہ عرس سراپا قدس میں سرکار حضور مفتیِ اعظم قطب عالم ہم شبیہ غوث اعظم غوث وقت حضرت علامہ مولانا ملجانا وماوانا وملاذنا الشاہ **مفتی محمد مصطفٰی رضا قادری برکاتی** رضی عنہ ربہ القوی کی سیرت پر ایک شہکار نواسۂ مفتیِ اعظم خلیفۂ تاج الشریعہ داماد تاج ملت حضرت **مولانا محمد نوید رضا خان** قادری برکاتی زید شرفہ نے ترتیب دی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ ایک بڑا کام ہوگیا کہ حضور مفتیِ اعظم کی سیرت کے وہ پہلو جو اب تک زیورِ طباعت سے مزین نہیں ہوئے تھے وہ منظر عام پر آرہے ہیں۔ یہ خاندانی بزرگ حضرات و بزرگ خواتین سے

سینہ بہ سینہ چلے آرہے تھے۔ خاص طور سے اس کتاب میں برادر زادۂ مفتیٔ اعظم حبیب العلماء حضرت حبیب رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شہزادیِ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ نوید میاں کی نانی رابعۂ عصر رحمۃ اللہ علیہا اور نواسیِ اعلیٰ حضرت شہزادیِ حکیم الاسلام اختِ امین شریعت خالہ بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے منقول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی برکتیں عطا فرمائے، مولانا نوید رضا خان قادری برکاتی سے خوب دین متین، سنیت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کا کام لے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ رضا
محمد عمران رضا خان سمنانی
خانقاہِ نوریہ رضویہ، درگاہِ اعلیٰ حضرت بریلی شریف
9557126838

پیش لفظ

داعیٔ اسلام مفکر قوم وملت حضرت علامہ
مفتی سلمان احمد قادری الازہری صاحب قبلہ مدظلہ العالی

حامدًا ومُصلّیًا ومسلّمًا

ولایت ایک ایسا آسمان ہے کہ اس میں طلوع ہونے والا ہر ستارہ اپنی روشنی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اسی روشنی کی بدولت ہزاروں گم گشتگانِ راہ اپنی صحیح منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

یقیناً اسی آسمان ولایت پر چودھویں صدی ہجری میں بریلی کی سرزمین سے ایک ایسا ستارہ طلوع ہوا جس کو دنیا مفتیٔ اعظم ہند کے لقب سے پہچاننے لگی۔ ولایت کا یہ عظیم ستارہ دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر کے تمام گوشوں میں اپنی کرنیں بکھیرنے لگا۔ خوفِ خدا، عشقِ مصطفیٰ، پابندیٔ شرع، ظاہر و باطن کا تقویٰ، عبادت بے ریا، تصلب فی الدین، قہر بر بد دین یہ سب وہ اوصاف وخصائل ہیں جو اس عظیم دینی رہنما سرکار مفتیٔ اعظم نے روشنی کے طور پر چھوڑا ہے جن کی خوشبو آج بھی ان کی اولاد میں اور ان کے اکثر خلفا و مریدین میں محسوس کی جاسکتی ہے۔ یہ بات بھی تقریباً مشہور ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بیان کرنے والے حد تواتر کو پہنچ گئے ہیں۔ مگر میرا یہ ماننا ہے کہ ساری کرامات برحق لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کا شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مضبوطی سے قائم رہنا اور یہی سب سے بڑا معیارِ ولایت ہے۔

زیر نظر کتاب ''سیرت مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ'' اسی عنصر پر ضوفشانی کر رہی ہے۔

کتاب میں تقریباً حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر خصائل پاک کو جمع کیا گیا ہے اور خاص طور پر آپ کا تصلب فی الدین اور پابندیٔ شرع کا جذبہ اس کتاب میں واضح نظر آتا ہے۔

اس کتاب کو ماشاء اللہ سلیس اردو عام فہم زبان میں ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس نام سے غالباً پہلی کتاب میری نظر میں آئی مگر سب سے بڑی خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ اس کتاب کے مؤلف خود حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہیں۔ میری مراد حضرت علامہ مولانا نوید رضا خاں صاحب قبلہ جو مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سگی نواسی کے شہزادے ہیں۔

اللہ عزوجل نے آپ کو کم عمری میں ہی کافی خوبیوں سے نوازا ہے۔ موصوف سے میرے بہت گہرے تعلقات رہے ہیں۔ آپ کے زمانۂ طالب علمی سے لے کر ایک ذمہ دار مبلغ اسلام عالم باعمل اور میدانِ طریقت کا باوقار مرشد ہونے تک کا سفر میں نے دیکھا جو بحمدہٖ تعالیٰ مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے فیض وکرم سے پاکیزہ سے پاکیزہ نظر آتا ہے۔ مصر جیسے اخلاقی طور پر آزاد ملک میں رہتے ہوئے بھی آپ نے اپنے اسلاف کی روایات کو پامال ہونے نہیں دیا۔ یقیناً ان کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ اور والد ماجد کی خلوص وللّٰہیت بھری تربیت کا بہت بڑا اثر ہے۔ یہ سب باتیں میں تعلقات کی بنیاد پر نہیں بلکہ حقیقت کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں۔ کتاب پڑھنے والا قاری کتاب پڑھ کر خود محسوس کرے گا۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا تعالیٰ اس کتاب کو مقبولِ عام فرمائے، اس کے مشمولات سے ہماری زندگی کو تابناک بنائے اور مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرما کر انہیں ان کے نانا کا تقویٰ عطا فرمائے اور مجھ گدا کو ہمیشہ حق پر قائم رکھے۔ آمین

سلمان احمد القادری الازہری

خطیب وامام مدینہ جامع مسجد، پارک سائٹ،
وکرولی ویسٹ، ممبئی۔ ۷۹

دعائیہ کلمات

از: نواس داماد حضور مفتیٔ اعظم

حضرت الحاج سلیم رضا خاں قادری نوری

عزیزم مولانا مولوی محمد نوید رضا خان سلّمہٗ نے ولی ابن ولی مجدد ابن مجدد حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب خاندانی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے تصنیف کی ہے۔ حضرت کے حالات زندگی سے روشناس کروانے کی کوشش ہے۔ حضرت کے خلفا، مریدین، معتقدین اور قارئین حضرات مستفیض ہوں۔ نوید ملت کی اس کاوش کو مولا عزوجل قبول فرمائے، دارین کی نعمتوں سے نوازے اور عوام اہل سنت فیضیاب ہوں۔

محمد سلیم رضا خان قادری

ممبئی

سخن ہائے گفتنی

اللہ تبارک تعالیٰ کے بعض برگزیدہ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی کے حالات کو پڑھ کر یا سن کر لوگوں کے دلوں میں دین متین پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ انہیں بزرگوں میں سے ایک بزرگ سرکار مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بزرگوں کی سیرت پڑھنے کے کئی فائدے ہیں کیوں کہ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کیسے گزارتے تھے، ان کے دینی و دنیاوی معاملات کیسے ہوتے تھے، وہ اپنا کردار کیسا رکھتے تھے، ان کی زندگی کا مقصد کیا ہوتا تھا، تاکہ ہم بھی ان کی سیرت پاک سے روشنی حاصل کر کے اپنی عادت واطوار کو سدھاریں اور اپنی آخرت کو سنواریں۔ اللہ تعالیٰ کے بعض محبوب بندے تو ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اقوال، افعال اور احوال سے علما استدلال کرتے ہیں اور ان کی ایک ایک بات سے دلیلیں پکڑتے ہیں۔ حضور مفتیٔ اعظم بھی ایسی ہی شان والے بزرگ ہیں آپ کی زندگی کو اگر کوئی دل سے پڑھے اور سمجھے تو سچا پکا مسلمان ہو جائے۔

فقیر نے اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃِ کے مصنف عارف باللہ حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ سے متعلق پڑھا تھا کہ ان کی زندگی کے حالات کو ان کے پرنواسے حضرت علامہ کمال الدین محمد الغزی العامری علیہ الرحمہ نے جمع فرمایا اور ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی۔ تو یہ پڑھ کر مجھے بھی ذوق ہوا کہ میں بھی اپنے پرنانا حضور مفتیٔ اعظم کے حالات زندگی جمع کروں اور ایک کتاب قلم بند کروں۔ چوں کہ عربی کا ایک مقولہ بھی ہے کہ صَاحِبُ الْبَیْتِ اَبْصَرُ بِمَا فِی الْبَیْتِ وَصَاحِبُ الدَّارِ اَدْرٰی، یعنی گھر والا گھر کی باتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام ”**سیرت مفتیٔ اعظم**“ اس لیے رکھا کہ سرکار اعلیٰ حضرت کے حالات زندگی پر ان کے بھتیجے داماد وخلیفہ حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے جو کتاب لکھی ہے اس کا نام انہوں نے ”سیرتِ اعلیٰ حضرت“ رکھا۔ فقیر نے اس کتاب میں حضور مفتیٔ اعظم کی صاحبزادی، بھانجی، نواسے، نواسی، بھتیجے، نواس داماد وغیرہ اور کچھ مریدین ومعتقدین کی روایتوں کو جمع کیا ہے۔ حضور تاج الشریعہ قدس سرہٗ بمبئی میں جب تشریف فرما تھے، فقیر حاضر ہوا اور اپنی اس کتاب کا ذکر کیا تو آپ نے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

فقیر نے حتی الامکان کوشش کی کہ کتاب کی زبان عام فہم رہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایک عالم باعمل، ولی کامل کی سیرت طیبہ لکھنے کی سعادت بخشی، مولا اسے میرے لیے توشۂ آخیرت بنا دے اور یہ کتاب میرے لیے ذریعۂ نجات ہو جائے۔

آمین یارب العالمین

دعا گوئے اہل سنت

فقیر نوید رضا خاں قادری برکاتی

غفرلہ ولوالدیہ

پہلا باب

مفتیٔ اعظم اور نماز

اعمال میں اللہ کے نزدیک سب میں محبوب چیز نماز ہے۔قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔نماز کو دین کا ستون اور ایمان کی علامت بھی فرمایا گیا ہے۔نماز ایسی اہم عبادت ہے کہ عاقل و بالغ پر بعض مخصوص حالتوں کے سوا کسی بھی صورت میں مرتے دم تک معاف نہیں۔لہٰذا حکم ہے کہ جس طرح ممکن ہو نماز پڑھے مثلاً اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر پڑھے۔اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔نماز کی اہمیت کو فقہائے کرام کے بیان کردہ ان مسائل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ حاملہ عورت کا بچہ ابھی آدھے سے زیادہ پیدا نہیں ہوا اور نماز کا وقت جا رہا ہو اور یہ گمان ہو کہ آدھے سے زیادہ باہر ہونے سے پہلے وقت ختم ہو جائے گا تو اس وقت کی نماز جس طرح ممکن ہو پڑھے۔اگر قیام، رکوع، سجود نہ ہو سکے تو اشارے سے پڑھے۔وضو نہ کر سکے تو تیمم سے پڑھے۔اگر نہ پڑھی تو گنہ گار ہوئی، توبہ کرے اور بعدِ طہارت قضا پڑھے۔ایک جگہ اس طرح سے ہے کہ حاملہ عورت کے نصف بچہ پیدا ہو لیا ہے اور اس وقت نماز کا وقت آ گیا تو اگر ابھی نفاس والی نہیں ہوئی تو حکم ہے گڑھا کھودے یا دیگ پر بیٹھے اور اس طرح نماز پڑھے کے بچے کو تکلیف نہ ہو۔(الملفوظ) کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور اس وقت وہ بغیر عمل کثیر اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے، مثلاً تیراک ہے یا لکڑی وغیرہ کا سہارا پا جائے تو اسے نماز پڑھنا فرض ہے۔ (ملخصاً بہار شریعت)

سفر کی صعوبت سے کون ناواقف ہے؟ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، سونا اور کھانا پینا سب کو روک دیتا ہے، لہٰذا جب کام پورا کر لے جلدی گھر کو واپس

ہو۔(صحیح بخاری) اور حالت سفر میں رمضان شریف کا روزہ قضا کرنے کی مسافر کو رخصت ہے پر سفر میں نماز کا حکم قصر کے ساتھ بدستور لازمی ہے، بلکہ حالتِ جنگ جہاں زندگی اور موت کا سوال درپیش ہوتا ہے، ایسے وقت میں بھی نماز معاف نہیں ہوتی۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پوری زندگی سختی سے نماز کی محافظت کرتے رہے اور آپ نے حضر و سفر، علالت و نقاہت، مشقت و صعوبت کے وقت بھی نماز کو کبھی ترک نہیں فرمایا، آپ پابندیٔ صلاۃ میں اپنی مثال آپ تھے۔حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کی نظر میں نماز کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

غریب کی نماز کی فکر

نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ حبیب رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا بیان ہے کہ ایک صاحب مدرسہ منظر اسلام کی چوکیداری کا کام کرتے تھے، حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے انہیں ریل کے ٹکٹ لانے کا کام سونپ رکھا تھا، ایک دفعہ وہ جمعہ کے روز ٹکٹ کروانے اسٹیشن روانہ ہوئے، اس زمانے میں ٹکٹ بکنگ صرف ریلوے اسٹیشن پر ہوتی تھی اور لکھائی ہاتھوں سے، نہ آج کی طرح کمپیوٹر کا نظام تھا اور نہ آج جیسی سہولتیں۔بڑی مشکل سے ٹکٹ ملتا تھا جس کی وجہ سے کافی وقت لگتا تھا، اسی سبب سے ان صاحب کو واپسی میں تاخیر ہوئی اور لوٹتے لوٹتے شام ہو گئی۔جب وہ حضرت کی بارگاہ میں پہنچے، خوشی خوشی عرض کیا: حضور میں نے آج ٹکٹ بنوا لیے۔حضرت نے ان سے فرمایا: کیا آپ آج جمعہ کے دن اسٹیشن گئے تھے؟ آپ نے نماز پڑھ لی تھی؟ ان صاحب نے کہا: حضور ٹکٹ بنوانے میں وقت صرف ہو گیا اس لئے نماز نہیں پڑھ سکا۔یہ سنتے ہی حضرت کو جلال آ گیا اور زجر و توبیخ میں فرمایا: میرے باپ کا بھی کام ہوتا تو وہ چھوڑ دیتے لیکن نماز ضرور پڑھتے۔حضرت نے نماز ترک کرنے پر انہیں خوب ڈانٹ پلائی تو وہ صاحب باہر جا کر رونے لگے۔لوگوں نے ان کو تسلی دیتے ہوئے جب یہ پوچھا کہ کیا آپ حضرت کے جلال کرنے پر رو رہے ہیں؟ تو انہوں نے بہت پیارا جواب دیا، کہا: نہیں!

میں اس لئے نہیں رو رہا ہوں کہ حضرت نے مجھ پر عتاب فرمایا بلکہ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ حضرت کو مجھ غریب کی نماز کی کتنی فکر ہے۔

ان صاحب کا مطلب یہ تھا کہ غریب کی نماز کی کون فکر رکھتا ہے؟ نوکر نے ہمارا کام پورا کیا یا نہیں، بس لوگ اسی کی فکر کرتے ہیں۔ پر یہ حضرت مفتیٔ اعظم کی شان ہے کہ انہیں اپنے کام کے ہونے نہ ہونے سے زیادہ مجھ غریب کی نماز کی فکر ہے۔

معذور صاجزادی کی نماز کی فکر

حضور مفتیٔ اعظم کی صاجزادی حضرت ہاجرہ فاطمہ عرف باجی صاحبہ علیہا الرحمہ جو کہ فقیر راقم الحروف (محمد نوید رضا قادری برکاتی غفرلہ) کی نانی صاحبہ تھیں، ان کا بیان ہے کہ جوانی میں پَیر کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے وہ معذور ہوگئی تھیں، جس کے باعث اٹھنے بیٹھنے سے قاصر تھیں۔ جب مفتیٔ اعظم عیادت کے لیے آپ کے پاس تشریف لائے تو نمازِ عصر کا وقت تنگ تھا، حضرت نے ان سے فرمایا: اللہ رحم کرے، اللہ کرم فرمائے، مجھے تمہاری نماز کی فکر ہے۔ آپ نے انہیں اشارے سے نماز پڑھنے کے مسائل بتائے، پھر فرمایا: صحت ہو جائے تو فرض تم بیٹھ کر ہی پڑھنا۔

اللہ اکبر! یہ کس شان کے پدر و دختر تھے کہ جوان بیٹی کو معذوری کی حالت میں دیکھ کر جہاں کسی بھی باپ کا اپنی بیٹی کے علاج معالجہ کی فکر کرنا ایک فطری بات ہے لیکن وہیں آپ کو معذور بیٹی کے پیر سے زیادہ اس کی نماز کی فکر ہے۔ بیٹی بھی یہ نہیں کہتی ہیں کہ میں اس حال میں نماز کیسے پڑھ سکتی ہوں؟ خدا کے سچے بندوں کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں، اپنی صاجزادی کو نماز کی تلقین فرمانے میں دراصل یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

نماز کے لیے بس چھوڑ دی

نماز کو ان کے وقتوں پر ادا کرنا لازمی ہے۔ قرآن فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ یعنی بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض

ہے۔ سرکار مفتیٔ اعظم کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ وقت ہو جائے تو نماز میں سستی نہ کرو اور وقت پر ادا کرلیا کرو۔ نماز نہ پڑھنے کے بہانے نہ بناؤ بلکہ پڑھنے کا موقع تلاش کرو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سفر میں بھی نماز کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ بظاہر موقع نہیں ہوتا، دشواری نظر آتی لیکن آپ ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کی کوشش کرتے کہ وقت ہو جائے تو نماز ادا کی جائے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جو کارساز حقیقی ہے آپ کے لیے معاملات کو آسان فرما دیتا۔ کیوں نہ ہو کہ اسی کا فرمان عالی شان ہے: وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا، جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

نبیرۂ استاذ زمن حبیب ملت کا بیان ہے ایک مرتبہ حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذریعۂ بس سفر فرما رہے تھے، میں ان کے ساتھ تھا، غالباً نمازِ عصر کا وقت تنگ ہونے لگا، حضرت مفتیٔ اعظم نے بس رکوائی اور آپ بس سے اتر گئے، آپ کے پیچھے جب میں اترنے لگا تو بس ڈرائیور نے کہا: یہ بس آپ لوگوں کے انتظار میں نہیں رک سکتی۔ میں نے اس سے بہت کہا کہ صرف دس منٹ انتظار کرلے لیکن ڈرائیور نہیں مانا اور ہم دونوں کو چھوڑ کر بس آگے بڑھا دی۔ لیکن پھر بھی سرکار مفتیٔ اعظم نے بس کی نہیں نماز کی فکر کی اور نماز پڑھنے لگے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ لوگ ابھی کچھ ہی دور پہنچے تھے کہ بس کا ٹائر پھٹ گیا۔ میں اور حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کو کچھ ہی دور کھڑی پایا۔ اس کی مرمت ہوئی اور ہم دونوں اسی بس میں سوار ہو گئے۔ ایک شخص نے ڈرائیور سے کہا کہ تم نے ان بزرگ کی بات نہیں مانی اس لئے ایسا ہوا۔ حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر بس کا ڈرائیور اپنی حرکت پر نادم ہوا اور اس نے حضرت مفتیٔ اعظم سے معافی مانگی۔

نماز کے لیے کافروں کی پروا نہ کرنا

عربی کا مشہور مقولہ ہے: اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ۔ یہ سرکار مفتیٔ اعظم پر صادق آتا ہے۔ جس طرح سرکار اعلیٰ حضرت زندگی کے آخری ایام تک نماز اور جماعت کے اہتمام کی حتی

المقدور کوشش کرتے رہے یہی رنگ وڈھنگ ہم حضور مفتیٔ اعظم کی سیرت میں پاتے ہیں۔ میرے مرشد اجازت، وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتیٔ اعظم، حضور تاج الشریعہ قدس سرہ ناگ پور کے ایک سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اسی ناگپور کے سفر میں حضرت (مفتیٔ اعظم)، میں اور حضرت کا خادم ٹرین سے جارہے تھے۔ ڈبہ میں بڑی بھیڑ تھی، حضرت آرام فرمارہے تھے۔ ظہر کا وقت تنگ ہو رہا تھا، میں بڑا پریشان تھا کہ حضرت اس بھیڑ بھاڑ میں کیسے وضو فرمائیں گے اور کیسے نماز ہوگی؟ ابھی کشمکش میں ہی تھا کہ حضرت خود بخود بیدار ہوگئے اور بھیڑ نے خود راستہ دے دیا حضرت نے وضو کیا اور پھر فرمایا تم لوگ جگہ کر دو ہم نماز پڑھیں گے۔ سبھی غیر مسلم تھے، اس میں سے ایک نے کہا جگہ تو ہے نہیں کیسے نماز پڑھیں گے؟ حضرت کو جلال آگیا اور کہا: ایک پر ایک چڑھ جاؤ۔ وہ ایک دوسرے سے سمٹ سمٹ کر کھڑے ہوگئے، نماز کے لئے جگہ مل گئی اور حضرت کے طفیل ہم سب کو بھی نماز مل گئی۔

حضور مفتیٔ اعظم رخصت پر نہیں عزیمت پر عمل کرتے تھے

تراویح میں ایک بار ختم قرآن سنت موکدہ اور تین بار ختم کرنا افضل ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ختم نہ کر سکے تو سورتوں کی تراویح پڑھنے کی اجازت ہے، جس کے لئے بعض نے یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے آخر تک دو بار پڑھیں، جس سے بیس رکعتیں ہوجائیں گی۔ لیکن حضور مفتیٔ اعظم حتی المقدور سورتوں والی تراویح پر اکتفا نہیں کرتے۔

مفتیٔ اعظم کی صاحبزادی حضرت ہاجرہ فاطمہ عرف باجی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ مفتیٔ اعظم کو کسی حاجت کی بنا پر اپنے گاؤں ''کرتولی'' رمضان میں جانا ہوا۔ اس زمانے میں اس گاؤں میں اعلیٰ حضرت اور ان کے بھائیوں کی زمینداری تھی، گاؤں میں مسجد نہیں تھی، اکثریت غیر مسلموں کی تھی، محض پانچ گھر مسلمانوں کے تھے، تراویح کے لیے حضرت اپنے ساتھ دو حافظوں کو بھی لے گئے جن میں ایک بینا اور دوسرے نابینا تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو تراویح کے اہتمام کا کس قدر خیال رہتا تھا، آپ

چاہتے تو سورتوں کی تراویح پر اکتفا فرمالیتے، کیوں کہ کرتولی گاؤں میں اس وقت نہ مسجد تھی اور نہ ہی عامۂ مسلمین کی کثرت، پھر بھی آپ نے دو حافظوں کا انتظام وانصرام فرمایا تاکہ پورا کلام پاک تراویح میں پڑھا اور سنا جائے۔

اعلیٰ حضرت کی ایک کرامت

کرتولی گاؤں میں اب تک مسجد نہ ہونا دراصل سرکار اعلیٰ حضرت کی کرامت ہے، چوں کہ کرتولی گاؤں میں اعلیٰ حضرت اور ان کے بھائیوں کی زمینداری تھی، وہاں آپ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ محمد رضا خان صاحب نے چاہا کہ مسجد بنا دی جائے پر اعلیٰ حضرت نے منع فرما دیا۔ یہ دراصل اعلیٰ حضرت کی ایک کرامت تھی۔ اس لیے کہ مسجد بنانا تو باعث ثواب اور اجر عظیم ہے، پھر آپ نے اپنے بھائی کو منع کیوں فرمایا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد کے بنانے کے ساتھ ساتھ اسے آباد رکھنا بھی ضروری ہے، لیکن چوں کہ کرتولی گاؤں میں پہلے ہی سے کافروں کی اکثریت تھی، مسلمان اور خاندان اعلیٰ حضرت کے چند گھر ہی وہاں تھے، تعمیر مسجد کی صورت میں اس کی ویرانی پنہاں تھی کیوں کہ اعلیٰ حضرت پر یہ روشن تھا کہ میرے خاندان والے یہاں نہیں رہیں گے اور مسلمان جو پہلے سے ہی یہاں اقلیت میں ہیں وہ گنتی کے رہ جائیں گے اور ایسے میں مسجد ویران ہوجائے گی۔ لہٰذا آپ نے منع کر کے مسجد کو ویران ہونے سے بچا لیا، کیوں کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

دارالسلام سے ہجرت عامہ کی ممانعت کا ایک سبب مساجد کی ویرانی بھی ہے کہ اگر تمام مسلمان مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے تو مسجد ویران ہوجائے گی۔ چوں کہ اعلیٰ حضرت پر مستقبل روشن تھا کہ یہاں مسلمان نہیں رہ جائیں گے، اگر مسجد بنی تو اس کی ویرانی

کا خطرہ ہے اس لئے آپ نے منع فرما دیا۔ نہ اعلیٰ حضرت نے مسجد تعمیر فرمائی اور نہ ان کے بعد مفتیِ اعظم نے تعمیر فرمائی جب کہ آپ اس گاؤں کے زمیندار تھے۔

نماز کی فکر متاعِ دنیا سے بے فکری

آپ کی انہی صاحبزادی باجی صاحبہ کا بیان ہے: چار یا پانچ مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت مفتیِ اعظم سفر سے واپسی میں بغیر سامان گھر تشریف لائے، وجہ معلوم کی گئی تو پتا چلا کہ حضرت نماز پڑھنے اسٹیشن پر اترے تھے، نماز سے فارغ ہونے تک ریل گاڑی جا چکی تھی۔ لیکن نماز کی خاطر سامان چھوٹ جانے پر آپ کبھی ملال نہیں فرماتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے کہ مجھے نماز مل گئی۔ اس بات کی تائید خود آپ کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے، جو آپ نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء فاضل بہاری مفتی سید ظفر الدین علیہ رحمۃ اللہ الباری کو ۱۹۴۳ء میں بریلی سے لکھا تھا، جس میں آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر گاڑی چھوٹ جانے کا حادثہ بیان فرمایا ہے، اس میں آپ لکھتے ہیں: ''اور سامان جو قیمتی تھا وہ گیا اب تک نہ ملا، اس کی کوئی فکر نہیں''۔ (ملخصاً جہان مفتیِ اعظم، ۱۱۰۶ص)

دوسرا باب

تواضع و انکساری

تواضع و انکساری کا مطلب یہ ہے کہ انسان، پاک صاف، متقی پرہیز گار ہو، لیکن کبھی بھی ازراہِ تفاخر اس کا اظہار نہ کرے، بلند و بالا مقام و مرتبہ والا ہو کر بھی اپنے ماتحتوں اور کم مرتبہ کے لوگوں کے ساتھ اس طرح رہے کہ ان کو اپنی برتری کا احساس نہ ہونے دے۔ تواضع و انکساری اللہ عزوجل کو محبوب و مطلوب ہے۔ ارشاد باری ہے: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى، تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ یعنی تفاخراً اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کا خوب جاننے والا ہے۔ وہ ان کی ابتدائے ہستی سے آخرِ ایام کے جملہ احوال جانتا ہے۔ اس آیت میں ریا اور خود نمائی اور خود سرائی کی ممانعت فرمائی گئی۔ کیوں کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون کیسا ہے اور اسی کا جاننا کافی ہے۔ وہی جزا دینے والا ہے، دوسروں پر اظہار اور نام و نمود سے کیا فائدہ۔ (خزائن العرفان)

تواضع و انکساری کی تعریف اور خود نمائی کی مذمت میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی کہ آپ نے ممبر پر فرمایا: اے لوگو! انکساری اختیار کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو اللہ تعالیٰ کے لیے انکسار و عجز کرتا ہے، اللہ اسے اونچا کر دیتا ہے۔ تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا۔ جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتا ہے۔ تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا، حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُوَر سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ (مشکوۃ)

عجز، کارِ انبیاء و اولیاست　　عاجزی محبوبِ درگاہِ خدا است

(عاجزی کرنا انبیا اور اولیا کا کام ہے، عاجز بارگاہ خدا کا محبوب ہوتا ہے۔)

حضرت مفتیٔ اعظم بھی انہی اولیاء اللہ میں سے تھے جو اپنی نگاہ میں چھوٹے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑے تھے۔

اپنا تعارف نہیں کروایا

مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ اپنے خادم کے ساتھ ریل گاڑی کے جنرل ڈبہ میں سفر فرما رہے تھے، ڈبہ میں کافی بھیڑ تھی، چونکہ جنرل ڈبہ میں رزرویشن نہیں ہوتا ہے اور سیٹ پر جو پہلے پہنچتے ہیں ان کا قبضہ ہو جاتا ہے، اس لئے آپ اور آپ کے خادم کو بیٹھنے کی جگہ نہ مل سکی۔ دونوں کھڑے ہو کر سفر فرما رہے تھے، بعد میں پترے کی پیٹی پر بیٹھ گئے، سامنے کی سیٹ پر چند مسلمان افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنی آپسی گفتگو میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا بڑے ادب سے ذکر کرنے لگے، وہ لوگ آپ سے شناسا نہیں تھے، خادم صاحب نے جب دیکھا کہ یہ لوگ سنی مسلمان ہیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معتقد ہیں تو انہوں نے چاہا کہ ان لوگوں سے حضرت کا تعارف کرائیں کہ جن سے تم اپنی عقیدتوں کا اظہار کر رہے ہو، ان کے شہزادے یہاں جلوہ فرما ہیں۔ اس تعارف کے ارادے سے خادم کا مقصود یہ تھا کہ لوگ حضرت کی عزت بھی کریں گے اور بیٹھنے کے لیے جگہ بھی دے دیں گے۔ حضرت نے خادم کے مقصد کو بھانپ لیا اور اشارے سے منع فرما دیا۔ خادم کا بیان ہے کہ اس سفر میں بڑی دشواری پیش آئی، جب بریلی اسٹیشن پہنچے تو حضرت کے خادم نے عرض کیا: ”حضور اگر تعارف ہو جاتا تو بیٹھنے کے لیے جگہ مل جاتی“۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم ان سے یہ کہتے کہ یہ اعلیٰ حضرت کے فرزند ہیں تو کہیں وہ یہ نہ کہتے کہ کیا بزرگوں کی اولاد ایسی ہوتی ہیں“۔

حضرت نے خود کو اس لائق نہیں سمجھا کہ آپ کا تعارف ایسی حالت میں کرایا جائے جو بزرگوں کے لئے باعث عار ہو سکتا ہو۔ حالاں کہ آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایسے شہزادے ہیں جنہوں نے ان کی شان میں چار چاند لگا دیئے۔ کسی شاعر نے اعلیٰ حضرت کی تعریف ایک جگہ اس طرح بھی کی ہے کہ:

ان کے رتبہ و مرتبے کا کیا پوچھنا
جن کے فرزند ہوں مصطفیٰ خاں رضا

بلکہ آپ تو اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْہِ۔ (بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے۔) کے سچے مصداق تھے۔ اسی لئے خلفائے اعلیٰ حضرت آپ کو صورت و سیرت میں اعلیٰ حضرت مانتے تھے۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”فقیر تو ان کو سراپا اعلیٰ حضرت، ثانیٔ اعلیٰ حضرت کہتا ہے“۔ شہزادۂ محدث سورتی خلیفۂ اعلیٰ حضرت سلطان الواعظین حضرت عبد الاحد سورتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ”مفتیٔ اعظم ہند صورت و سیرت میں ہو بہو سراپا اعلیٰ حضرت ہیں“۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملت جبلپوری علیہ رحمۃ الباری مفتیٔ اعظم کے لیے فرماتے ہیں: ”صورت و سیرت میں بھی ہم شبیہِ اعلیٰ حضرت ہیں“۔

(ملخصاً پندرہویں صدی کا مجدد، ص ۲۴، ۳۷)

اس واقعہ سے ان لوگوں کو نصیحت پکڑنی چاہیے جو پدرم سلطان بود کے نشہ میں چور ذاتی خوبیوں سے دور عمل سے مفرور اور اپنے آبا پر مفخور رہیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ہنر بنمائے اگر داری نہ جوہر گل از خارست و ابراہیم ز آزر

(تم میں کوئی خوبی اور کمال ہو تو دکھاؤ، تم اپنے حسب و نسب کی بڑائی نہ شمار کراؤ۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ پھول کانٹوں کے ہجوم میں مسکراتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر بت پرست کے گھر میں ہوئے۔)

حدیث پاک میں ہے کہ مَنْ اَبْطَأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ. جو آدمی عمل میں پیچھے ہو وہ خاندانی شرافت کے سبب آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ تنقید ان لوگوں پر ہے جو علم و تقوی و فضائل دینیہ سے کوسوں دور ہیں اور صرف ”پدرم سلطان بود“ کا نعرہ لگا کر نسب پر فخر کرتے پھولے نہیں سماتے۔ نسبی شرافت کی فضیلت مسلم، لیکن شرافت نسب کے ساتھ علم و عمل

بھی ہو تو سونے پر سہاگا ہے۔

لوگ ایسا کہتے ہیں

آج لوگوں کا حال یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ان کے پاس چند پیسوں کی فراوانی کیا ہوئی، معمولی شہرت کیا ملی، دماغ ساتویں آسمان کو پہنچ جاتا ہے، پیر زمین میں نہیں ٹکتے ہیں، ان میں گھمنڈ اور تکبر آجاتا ہے، خوشامد پسند ہو جاتے ہیں، لیکن اللہ والوں کی شان ہی نرالی ہوتی ہے، بہت کچھ ہو کر بھی خود کو کچھ نہیں سمجھتے۔

حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ ایسے پیر ہوئے جن کے لاکھوں لاکھ مرید ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو ان کی خدمت دینی کا یہ انعام عطا فرمایا کہ آج اللہ اور اس کے رسول کا دین ان کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے جسے ہم مسلک اعلیٰ حضرت کہتے ہیں۔ یہ انعام اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت سے پہلے امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرمایا کہ باب فروع عقائد میں ان کے پیروکاروں کو آج ماتریدی اور اشعری کہتے ہیں۔ یہ انعام اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا، ان کے مقلدین کو حنفی کہا جاتا ہے اور ان بزرگوں کے صدقے ماتریدی اشعری اور حنفیت کے مجموعہ کا نام مسلک حضرت ہے۔

حضرت مفتیٔ اعظم ایسے جلیل القدر اور عبقری شخصیت کے شہزادے ہیں، ایسی دینی وجاہت کے ساتھ، اللہ عزوجل نے انہیں دنیوی شرافت بھی عطا فرمائی، آپ آٹھ گاؤں کے زمیندار بھی تھے، آج کی ملکیت کے حساب سے اربوں روپیوں کی جائداد کے مالک تھے، آپ کی استقامت، تصلب فی الدین اور التزام شرع کی ایک روشن مثال یہ ہے کہ ایسے وقت میں بھی بغیر فوٹو تشریف لے گئے جس وقت پاسپورٹ میں فوٹو لازم ہو چکا تھا، آپ کو حکومت کی طرف سے بغیر فوٹو حج پر جانے کی اجازت ملی، اس بات کا کافی چرچا ہوا، اخبارات کی سرخیوں کی زینت بنی۔ مفتیٔ اعظم جب ممبئی کی بندرگاہ پر جہاز میں سوار ہونے کے لیے تشریف لے گئے تو

آپ کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے چاہنے والے رخصت کرنے پہنچے، جہاز کے کپتان کو بھی یہ بات معلوم تھی، اسے بھی آپ سے ملنے کا اشتیاق ہوا، وہ استقبال کے لیے آیا، آپ اپنے حلقۂ ارادت، احباب اور مریدین کے درمیان تشریف فرما تھے، کپتان نے پوچھا: ”آپ ہی مفتیٔ اعظم ہیں؟“ آپ نے کپتان سے یہ نہیں فرمایا کہ ہاں میں ہی مفتیٔ اعظم ہوں یا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم یہ نہیں دیکھتے یہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جس شخص کی ایک جھلک پانے کے لیے بے تاب نظر آرہے ہیں جس شمع پر پروانوں کی طرح نثار ہوتے نظر آرہے ہیں کیا تمہیں اس سے سمجھ نہیں آرہا ہے۔ بلکہ آپ نے کپتان کے سوال پر اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور فرمایا: ”ایسا لوگ مجھے کہتے ہیں۔“

سبحان اللہ! گویا آپ اس دعا کے مصداق تھے جو رسول پاک ﷺ نے امت کو تعلیم فرمائی: ”مولا مجھے اپنی نظر میں چھوٹا اور دنیا کی نظر میں بڑا بنادے“ لہٰذا آپ اپنی نظر میں تو چھوٹے تھے لیکن دنیا کی نظر میں بہت بڑے تھے، جبھی تو دنیا آپ کے لیے کہتی ہے:

حافظ وقاری عالم ومفتی ہر کوئی بن سکتا ہے
مفتیٔ اعظم بن کے دکھانا سب کے بس کی بات نہیں

خود کو مفتیٔ اعظم لکھنے پر ناگواری

آج القابات کا دور ہے، حال یہ ہے کہ اپنے القاب خود بتائے جاتے ہیں، اگر پوسٹر میں القاب کے ساتھ نام نمایاں طور پر نہ ہو تو شکایت کی جاتی ہے، اگر القاب میں کمی ہو جائے تو دعوت رد کر کے عداوت کرلی جاتی ہے، لیکن حضور مفتیٔ اعظم کی سیرت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ اس بات کی کوشش فرماتے کہ کسی طرح اپنا لقب نہ لکھنے کا اصرار فرماتے اور محض اسی وجہ سے منی آرڈر واپس کرنے کا بھی حکم فرما دیتے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، آپ اپنی بیٹھک میں تنہا تھے آپ کے پاس کوئی نہیں تھا، ایک نوجوان نیا ڈاکیہ مفتیٔ اعظم کے نام کی ڈاک (منی آرڈر) لایا، آپ نے اس سے ڈاک

لے کر حسب عادت رجسٹری پر اپنا نام فقیر مصطفی رضا لکھ دیا، اس نوجوان ڈاکیہ نے جب آپ کا نام دیکھا تو کہا کہ ڈاک مفتیٔ اعظم کے نام سے ہے، لہٰذا آپ رجسٹری پر مفتیٔ اعظم ہی لکھیں۔ آپ کو جلال آگیا، اپنے احباب کو یاد فرمانے لگے، اس وقت کوئی موجود نہیں تھا، ڈاکیہ سے آپ نے فرمایا: اپنی ڈاک واپس لے جائیے، ڈاکیہ اصرار کرنے لگا کہ میری نئی نئی نوکری ہے کہیں میں اپنی نوکری سے ہاتھ نہ دھو بیٹھوں لہٰذا جس نام کی ڈاک ہے، آپ وہی لکھیے، اس کی یہ بات سن کر بہت ناگواری کے ساتھ رجسٹری میں اپنے نام کی جگہ مفتیٔ اعظم لکھا۔

آپ کے لقبِ مفتیٔ اعظم کے تعلق سے اجمل العلماء حضرت مفتی محمد اجمل صاحب سنبھلی علیہ الرحمۃ ایک منقبت میں لکھتے ہیں:

لقب ان کا رکھا ہے عالموں نے مفتیٔ اعظم
کہا ہے ان کو سارے فاضلوں نے مفتیٔ اعظم
پکارا ہے انہیں سب واعظوں نے مفتیٔ اعظم
کہا ہے ان کو سارے مفتیوں نے مفتیٔ اعظم

طلبہ سے محبت وشفقت فرمانا

حضرت مفتیٔ اعظم کو اپنے شہر کی مذہبی تقریب میں شرکت کے لئے جانا تھا، آپ کے ساتھ مدرسے کے طلبہ بھی اس جلسہ میں مدعو تھے، آپ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے، حاضرین میں کشمیر کے دیہات سے آیا ہوا ایک طالب علم بھی تھا جس کو ٹھیک طرح سے اردو بولنا نہیں آتی تھی۔ جب آپ کی سواری کے لئے رکشہ لایا گیا تو آپ نے اس کشمیری طالب علم سے پوچھا ''تم کس کے ساتھ جاؤ گے؟'' اس نے جواب دیا ''تیرے کے ساتھ جاؤں گا۔'' مریدین ومعتقدین کو کشمیری طالب علم کے یہ جملے سخت ناگوار گزرے، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اس طالب علم کے کہنے کا برا نہ مانا بلکہ اس سے دوبارہ دریافت کیا ''کس کے ساتھ جاؤ گے؟'' اس طالب علم نے پھر وہی جملہ کہا ''تیرے کے ساتھ جاؤں گا'' اس کی بات پر آپ

مسکرائے اور اپنے ساتھ سواری (رکشہ) میں بیٹھا لیا۔

جمالِ حضرتِ احمد رضا کا آئینہ تم ہو

اعلیٰ حضرت قبلہ کی یہ عادتِ کریمہ رہی کہ مخاطب کا کلمۂ تخاطب نقل فرماتے تو خود کو تواضعاً 'تو'، 'تجھے' یا 'تیرا' جیسے کلمات سے تعبیر کرتے اگرچہ واقع میں مخاطب نے آپ کو تعظیمی کلمات اور آداب والقابات سے خطاب کیا ہو جیسے اگر مخاطب نے آپ کو حضرت، حضور، سیدی یا آپ جناب سے ذکر کیا ہو لیکن اعلیٰ حضرت اس کی بات نقل کرکے کسی دوسرے کو بتاتے تو یہ نہ فرماتے کہ اس نے مجھے حضرت اور حضور فرمایا بلکہ فرماتے کہ انہوں نے کہا کہ تو یا تیرا معاملہ ایسا ایسا ہے۔ مثلاً الملفوظ میں سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے لئے مکہ معظمہ زَادَھَا اللّٰہُ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا کے ایک عالم کا قول اس طرح نقل کیا کہ ''حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: ''وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں''۔

سید اسماعیل کے قول کو نقل کرتے وقت اعلیٰ حضرت نے اپنے لیے لفظ تیرا کا انتخاب کیا، ظاہر ہے یہ کلمات عالم مکہ سید اسماعیل صاحب نے اعلیٰ حضرت کی مدح میں فرمائے ہیں جو آپ کے بڑے معتقد تھے، حتیٰ کہ وہ آپ سے پڑھنے کی خواہش تک رکھتے تھے، حالاں کہ وہ عربی تھے اور عرب میں بڑے چھوٹے سب کو صیغۂ مفرد سے خطاب کیا جاتا ہے، جیسے اَنْتَ قُلْتَ، تو نے کہا۔ تو یہ وہاں کوئی توہین نہیں ہے، پر کلام عرب میں کسی شخص کی تعظیم کے قصد سے صیغۂ جمع جیسے اَنْتُمْ سے خطاب کرنا بھی رائج ہے، نیز حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوب میں اعلیٰ حضرت سے خطاب کرتے وقت ان کے ادب میں صیغۂ جمع کا استعمال فرمایا ہے، جو اس بات کا غماز ہے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت سے ایسا فرمایا ہوگا حَتَّی الْحَمَامُ الْبَرْبَرِیُّ اَیْضًا اسْتَحْیٰی مِنْکُمْ وحشی کبوتر بھی آپ کا لحاظ کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے برائے انکساری ان کا قول اس طرح نقل فرمایا کہ حَتَّی الْحَمَامُ الْبَرْبَرِیُّ اَیْضًا اسْتَحْیٰی مِنْکُمْ وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔

یہی طریقہ حضرت مفتیٔ اعظم کا بھی رہا، اپنے لیے کسی کا کلمۂ تخاطب، حضرت، حضور یا آپ جناب نقل نہیں فرماتے بلکہ خود کو لفظ ''تو'' سے تعبیر فرماتے ۔آپ کے بعض خطوط سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے ۔ایک خط میں محلہ کے ایک شخص کا مکالمہ تحریر فرماتے ہیں، اس شخص نے کہا: ''میں سمجھا تو آ گیا ہوگا''۔محلہ کے اس شخص نے حضور مفتیٔ اعظم کو ضرور آپ کہہ کر خطاب کیا ہوگا لیکن آپ نے از راہِ انکساری اپنے لیے تو کا لفظ استعمال فرمایا۔حالاں کہ اصل اور حقیقت یہ ہے آپ کے محلہ والے بلکہ پورے شہر والے آپ کی بڑی عزت کرتے تھے، یہاں تک کہ شہر کے ہنود آپ کو ستارۂ ہند کہا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت حافظ ملت قدس سرہٗ اپنے ہی شہر میں عزت و مقبولیت پانے کو آپ کی کرامت و ولایت کی ایک روشن دلیل جانتے تھے ۔ عاجزی اور انکساری کی یہ ایسی مثال ہے جس کی نظیر آج کے زمانے میں شاید و باید ہی کہیں دیکھنے ملے ۔

تواضعاً خود کو کم علم سمجھنا

حضرت مفتیِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نجدی حکومت جو حجاج کرام سے ٹیکس وصول کرتی ہے اس کی حرمت پر بغیر کسی کتاب کا مطالعہ کئے، عربی زبان میں ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام طَرْدُ الشَّیْطَانِ عَنْ سَبِیْلِ الرَّحْمٰنِ رکھا، یہ کتاب تحقیق میں نہایت صریح، زبانِ عربی میں بہت فصیح اور مُسجّع و مُقفّٰی عبارتوں کے سبب شیرین و ملیح ہے ۔علمائے عرب نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو انہوں نے اس کے متعلق فرمایا: اِنَّ هٰذَا اِلَّا اِلْهَامٌ یعنی یہ تو الہام ربانی ہے ۔اس کے باوجود مفتیٔ اعظم کی تواضع کا عالم یہ ہے کہ آپ حضرت ملک العلماء کو اس کتاب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''مجھے اپنی کمزوری معلوم ہے اور عربی لکھنے بولنے کی مہارت بھی نہیں، زبان والوں کے سامنے جائے تو کوئی ایسی بات نہ ہو کہ وہ مضحکہ کریں ۔

حضرت ملک العلما قدّس سرہٗ حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوانح اعلیٰ حضرت

کے متعلق مدد چاہتے تھے جس کے لیے آپ نے حضور مفتیٔ اعظم کو ایک طویل خط لکھا تھا، اس خط میں ملک العلما نے کچھ ایسے جملے تحریر فرمائے جو پہلو دار معنی رکھتے تھے، ان جملوں کا مفہوم حضرت مفتیٔ اعظم پر واضح نہ ہوا، تو آپ نے ان جملوں کے تعلق سے تبصرہ کرتے ہوئے کمال انکساری میں تحریر فرمایا: میری نااہلی کا تو یہ عالم ہے کہ آپ نے اتنا طویل خط اردو زبان میں لکھا اور میں مطلب تک نہ پہنچ سکا ۔

عاجزی کی اعلیٰ مثال

حضور مفتیٔ اعظم کی صاحبزادی حضرت ہاجرہ بیگم عرف باجی صاحبہ علیہا الرحمہ بیان فرماتی ہیں: حضور حجۃ الاسلام کے وصال فرمانے کے بعد سرکار اعلیٰ حضرت کے خلفاء نے حضرت مفتیٔ اعظم ہند کو اعلیٰ حضرت کی مسند پر بٹھایا، تو حضرت مفتیٔ اعظم روتے جاتے اور فرماتے: ''میں اس لائق نہیں ہوں'' ۔

اللہ اکبر! یہ کیسا کمالِ انکساری ہے کہ ہونہار بیٹا اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھنے پر اپنا عجز ظاہر کرے، جب کہ لوگ تو اپنے باپ دادا کی مسند ولایت کو ترکہ پدری سمجھتے ہیں ۔اس مقام پر حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ قلم بند کرنا بہت مناسب سمجھتا ہوں جسے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاوی رضویہ میں نقل فرمایا ہے ۔آپ اس واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے رقمطراز ہیں کہ ''یہ حکایت شریف بہت نفیس ولطیف ہے ۔اس کا خلاصہ عرض کریں کہ اس کلام کریم کا منشا معلوم ہو اور حضرت خواجہ مودود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ سرور و سردار سلسلۂ عالیہ چشتیہ بہشتیہ ہیں، دفع وہم ہو اور آج کل کے بہت مدعیانِ ناکار کے لئے کہ مسند ولایت کو ترکۂ پدری جانتے ہیں، باعثِ ہدایت و عبرت وفہم ہو ۔''

ایک لطیف حکایت

اعلیٰ حضرت اس لطیف واقعہ کو اپنے قلم مبارک سے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ممدوح سلالہ خاندانِ اولیاے کرام ہیں ان کے آبائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلۂ

اکابر محبوبانِ خدا سرداران شریعت وطریقت واصحابِ علم وکرامت تھے اور ان کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی نے مسند آبائی پر جلوس فرمایا۔ ہزاروں آدمی مرید ہو گئے مگر صاحبزادہ والا قدر، ابھی عالم نہ ہوئے تھے، نہ راہ طریقت کسی مرشد کامل کی تعلیم سے چلے تھے، عنایت ازلی ہی ان کے حال شریف پر متوجہ تھی، حضرت شیخ الاسلام قطب الکرام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی تعلیم وتفہیم کے لئے ہرات بھیجا، یہاں خواص وعام اس جناب کی کرامات عالیہ دیکھ کر مرید ومعتقد ہوئے اور تمام اطراف میں ان کا شہرہ ہوا۔ صاحبزادۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ناگوار ہوا، قصد فرمایا کہ حضرت والا کو اس ملک سے باہر کریں، لشکر مریدان لے کر جنبش فرمائی، اصحاب حضرت شیخ الاسلام کو اس کی اطلاع ہوئی، انھوں نے براہ ادب اسے شیخ الاسلام سے چھپایا، مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے۔

ایک دن جب صبح کا ناشتہ حاضر کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ''ایک ساعت صبر کرو کہ کچھ قاصد آتے ہیں''، تھوڑی دیر بعد قاصدان صاحبزادہ حاضر ہوئے، حضرت والا نے انھیں کھانا کھلایا، پھر فرمایا: تم کہو گے یا میں بتاؤں کہ کس لئے آئے ہو؟ عرض کی: ''حضرت فرمائیں''۔ فرمایا: ''خواجہ مودود نے تمھیں بھیجا ہے کہ احمد سے کہو وہ ہماری ولایت میں کیوں آیا؟ سیدھی طرح واپس جاتا ہے تو جائے ورنہ جس طرح چاہے گا''۔ قاصدوں نے تصدیق کی کہ ہاں حضرت خواجہ نے یہی پیام دے کر ہمیں بھیجا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ولایت سے یہ دیہات مراد ہیں تو یہ اوروں کی ملک ہیں نہ کہ خواجہ مودود کی اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں تو یہ بادشاہ سنجر کی رعیت ہیں۔ تو یوں بادشاہ شیخ الشیوخ ٹھہرے گا، اور اگر ولایت سے وہ مراد ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء اللہ جانتے ہیں تو کل ہم انہیں دکھادیں گے کہ ولایت کا کام کیا اور کیسا ہوتا ہے۔ قاصدوں کو یہ جواب عطا فرمایا اور ادھر ابر عظیم آیا، اور ایک رات دن ابر برسا، دم بھر کو نہ دم لیا۔ دوسرے دن صبح کو حضرت والا نے فرمایا: ''گھوڑے کسو کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں''، اصحاب نے عرض کی: ''ندی چڑھ گئی اب جب تک چند روز بارش موقوف نہ ہو کوئی ملاح کشتی بھی

نہیں لے جاسکتے''۔ فرمایا: ''کچھ مشکل نہیں آج ہم ملاحی کریں گے''۔

جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے ملاحظہ فرمایا کہ ایک انبوہ مسلح حضرت کے ہمراہ ہے۔ فرمایا: ''یہ کون لوگ ہیں''، عرض کی: ''حضور کے مرید ومحب ہیں''۔ یہ سن کر کے ایک جماعت حضور کے مقابلے کو آئی ہے یہ حضور کے ہمراہ ہولئے۔ فرمایا: ''انھیں واپسی کرو تیر وتلوار تو سنجر کا کام ہے، اولیا کے ہتھیار اور ہی ہیں''۔ غرض چند خدام کے ساتھ ندی کنارے پہنچے، پانی طغیانی پر تھا، فرمایا: ''آج یہ ٹھہری ہے کہ ہم ملاحی کریں گے''، معرفت الٰہی میں کلام فرمانا شروع کیا، تمام حاضرین ذوق سے بیخود ہو گئے۔ فرمایا: ''آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر چلو''، لوگوں نے ایسا ہی کیا، جس نے آنکھ جلدی کھول دی اس کا جوتا تر ہوا اور جس نے ذرا دیر کر کھولی اس کا جوتا بھی خشک رہا، اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے اس پار پایا۔ قاصدوں نے جو یہ ماجرا دیکھا جلدی کر کے حضرت صاحبزادۂ خواجگان کے حضور حاضر ہوئے اور حال عرض کیا، کسی کو یقین نہ آیا، صاحبزادہ دو ہزار مرید مسلح کے ساتھ متوجہ ہوئے اور جیسے حضرت شیخ الاسلام سے نظر دوچار ہوئی صاحبزادہ بے اختیار پیادہ ہوئے اور حضرت والا کے پائے مبارک پر بوسہ دیا، حضرت ان کی پیٹھ ٹھونکتے اور فرماتے ولایت کا کام دیکھا؟ تم نہیں جانتے! مردان خدا کی فوج سلاح سے نہیں، جاؤ سوار ہو، ابھی بچے ہو، تمھیں نہیں معلوم کہ کیا کرتے ہو۔

جب بستی آئے حضرت شیخ الاسلام مع اپنے اصحاب کے ایک محلہ میں اترے اور حضرت صاحبزادہ مع مریدان دوسرے محلہ میں، دوسرے دن ان مریدین صاحبزادہ نے کہا: ہم آئے تھے شیخ احمد کو اس ملک سے نکالنے اور آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں مقیم ہیں، کوئی فکر عمدہ کرنی چاہئے۔ حضرت خواجہ مودود نے فرمایا: میری رائے میں صواب یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اجازت لیں، ان کا کام ہمارے بس کا نہیں۔ مریدوں نے کہا: بلکہ رائے صواب یہ ہے کہ کوئی کام پر جاسوس مقرر کریں، جب ان کے قیلولہ

یعنی دو پہر کو آرام کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں، وہ تنہا رہیں اس وقت ہماری ایک جماعت آپ کے ساتھ ان کے پاس جائے اور سماع شروع کریں، اور حال لائیں اسی حالت میں کوئی حربہ ان پر مار دیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: ایک ساعت توقف کرو، کچھ آرام ہوگا، ایک کام درپیش ہے، ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، خادم نے دروازہ کھولا، دیکھا کہ حضرت خواجہ مودود ایک انبوہ کے ساتھ تشریف لائے، سلام کر سماع شروع ہوا، ساتھ والے نعرے لگانے لگے، انھوں نے چاہا تھا کہ اپنا ارادۂ فاسدہ پورا کریں، کہ حضرت شیخ الاسلام نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا ہے: ''سہلا کجائی؟'' (اے سہلا! تو کہاں ہے؟) سہلا نام ایک صاحب شہر سرخس کے ساکن، صاحب کرامات و عاقل، مجنون نما تھے، ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے، حضرت کے آواز دیتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اور ایک نعرہ ان مفسدوں پر لگایا، وہ سب کے سب معاً جوتیاں، پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے، صرف صاجزادۂ خواجگان باقی رہے۔ نہایت ندامت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سر برہنہ کر کے معافی مانگی اور عرض کی: حضرت کو روشن ہے کہ اس دفعہ یہ میری مرضی نہ تھی۔ فرمایا: تم سچ کہتے ہو مگر تم ان کے ساتھ کیوں آئے؟ عرض کی: میں نے برا کیا، حضرت معاف فرمائیں۔ فرمایا: میں نے معاف کیا جاؤ اور ان لوگوں کو واپس لاؤ اور دو خدمت گار مقرر کرو اور تین دن ٹھہراؤ۔ حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا، بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام کے پاس آ کر گزارش کی: جو حکم ہوا تھا بجالایا، اب کیا فرمان ہے۔ فرمایا: ''سجادہ طاق پر رکھو اور اول جا کر علم پڑھو کہ زاہد بے علم مسخرۂ شیطان ہے۔'' خواجہ نے فرمایا: میں نے قبول کیا اور کیا ارشاد ہے۔ فرمایا: جب تحصیل علم سے فارغ ہو اپنا خاندان زندہ کرو، تمہارے باپ دادا اولیا و صاحب کرامت تھے، خواجہ مودود نے عرض کی: خاندان زندہ کرنے کو ارشاد ہوتا ہے تو پہلے تبرکاً حضرت والا مجھے مسند پر بٹھا دیں۔ فرمایا: آگے آؤ، یہ آگے گئے، حضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند مبارک کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا: بشرط علم بشرط علم بشرط علم، تین بار فرمایا۔ حضرت خواجہ تین روز اور حاضر

خدمت رہے، فائدے لئے، نوازشیں پائیں، پھر تحصیل علم کے لئے بلخ، بخارا تشریف لے گئے، چار سال میں ماہر کامل ہوئے، ہر شہر میں حضرت سے کرامات ظاہر ہوئیں، پھر چشت کو مراجعت فرمائی، تربیت مریدان میں مشغول ہوئے، اطراف سے طالبان خدا حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کی برکت انفاس سے دولت معرفت و رتبۂ ولایت کو پہنچے۔ حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نہایت عالی درجہ ولی و عارف و واصل ہیں، اسی جناب کے مرید و تربیت یافتہ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین''۔ (فتاویٰ رضویہ)

فقیر عرض کرتا ہے: اس واقعہ سے ان لوگوں کو سیکھ حاصل کرنی چاہیے جو علم حاصل کئے بغیر اپنے بزرگوں کی مسند ولایت پر بیٹھ جاتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا کوئی معمولی سمجھ رکھنے والا شخص بھی کسی ایسے ڈاکٹر زادے سے علاج کرانا پسند کرے گا جو خود ڈاکٹر نہ ہو؟ اگرچہ اس کا باپ بہت بڑا ڈاکٹر رہا ہو؟ ہرگز نہیں! تو پھر کسی نااہل بزرگ زادے کو اپنے دینی معاملات میں اسے اپنا قائد بنانا، اسے اپنا پیشوا سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ لیکن قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عہدے میراث ہو جائیں گے، اس کی تفصیل کے لیے دیکھو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی کتاب ''آثار قیامت''۔

دنیا میں رہ کر تارکِ دنیا رہے

حضرت مفتیٔ اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مکان سے بالکل لگ کر آپ کا دوسرا مکان تھا جسے دفتر والا مکان کہا جاتا تھا، اس دفتر والے مکان میں آپ دینی کام انجام دیتے تھے، جیسے فتوی نویسی کرنا، تعویذات لکھنا، لوگوں سے ملاقات کرنا، انہیں مرید فرمانا، آپ زنان خانے سے دفتر والے مکان میں ایک چھوٹے دروازے سے تشریف لاتے تھے جو کھڑکی نما تھا، اس دروازے سے آنے کے لیے آپ کو اپنی پیٹھ کو خم کرنا پڑتا اور جھک کر داخل ہونا پڑتا۔ حضرت مفتیٔ اعظم کا اس طرح جھکنا آپ کے مریدین پر شاق گزرتا، بعض مریدین نے جب حضور مفتیٔ

اعظم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور! ہمیں اجازت عطا فرمائیں کہ ہم اس کھڑکی نما دروازے کو بڑا بنوادیں تاکہ آپ کو جھکنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے، تو آپ نے منع فرمایا لیکن مریدین نے اصرار کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پوری زندگی میرے جھک کر چلنے کی عادت بنی رہے۔

اللہ عزوجل کو بندے کا جھک کر چلنا پسند ہے کیوں کہ اس میں تکبر سے دوری ہے اور یہ تواضع وانکساری کی علامت ہے۔ جو لوگ گھمنڈ اور تکبر میں اترا کر چلتے ہیں ان کی مذمت میں ارشاد ہے: وَلَا تَمۡشِ فِي الۡاَرۡضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا○ ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل، بے شک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے چلنے کا جو طریقہ پسند ہے اس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

تبلیغ دین کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا

اَلسَّفَرُ كَالسَّقَرِ (سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔) مشہور ہے، لیکن حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے ہزاروں مشکلات کا سامنا کیا، سینکڑوں صعوبتین برداشت کر کے دین کی تبلیغ اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے ملک کے مختلف علاقوں میں سفر فرمائے، اسی سلسلے میں ممبئی بھی بارہا آنا جانا ہوا، ہر سفر کی اپنی الگ ایک داستان ہے، انہی میں سے ایک سفرِ ممبئی کی روداد سپردِ قرطاس ہے:

حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ ممبئی کے تبلیغی دورے سے واپسی فرما رہے تھے، رخصت کے لئے اسٹیشن پر کثیر تعداد میں آپ کے چاہنے والے بھی پہنچے، حضرت عموماً جنرل ڈبہ میں سفر فرماتے تھے، اس وقت پورے ڈبہ میں بہت بھیڑ تھی، پورا ڈبہ مسافروں سے بھرا ہوا تھا، اندر داخل ہونا مشکل تھا، حضرت کے ساتھ جو احباب تھے وہ سوچنے لگے کہ حضرت کو ڈبہ میں کیسے

داخل کیا جائے، اس وقت ٹرینوں کی کھڑکیوں میں سلاخیں نہیں ہوتی تھیں، حضرت مفتیٔ اعظم نے خود مشورہ دیا اور فرمایا "مجھے کھڑکی کے ذریعہ داخل کروادو"۔ مریدوں نے کسی ترکیب سے بمشکل حضرت کو جنرل ڈبہ کی کھڑکی کے ذریعہ داخل کروایا، اسی دوران حضرت کا کرتا پھٹ گیا، لیکن حضرت کے چہرے پر ذرہ برابر ملال نظر نہ آیا۔

اپنے مریدوں کے سامنے کھڑکی کے ذریعہ ٹرین میں داخل ہونا اور کرتے کے پھٹنے پر نہ تو اظہار ناراضگی فرمانا اور نہ ہی افسوس، یہ آپ کے بلند اخلاق اور کمال انکساری کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو بلندیٔ منصب سے نوازا، اس کا ایک سبب آپ کی تواضع وانکساری بھی ہے۔ تواضع کرنے والوں کی رفعت کا سبب حدیث پاک میں بھی ہے: مَلَكٌ قَابِضٌ عَلٰى نَاصِيَتِكَ فَاِذَا تَوَاضَعۡتَ لِلّٰهِ رَفَعَكَ۔

ترجمہ: ایک فرشتہ تیری پیشانی کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ عزوجل جل شانہ کے لئے تواضع کرے تجھے بلندی بخشتا ہے۔

تیسرا باب

صلاح و اصلاح

مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی اصلاح ایک نیک اور پسندیدہ عمل ہے جس کی ترغیب میں متعدد آیات واحادیث وارد ہیں اللہ عزوجل کے نزدیک یہ ایک محبوب عمل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے اللہ عزوجل نے فرمایا: وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ○ (ذاریات، آیت ۵۵) ترجمہ: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اسی لئے انبیائے کرام وصلحائے عظام کی سیرت میں اصلاح کا پہلو غالب رہا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی قوم کی اصلاح کی اس قدر فکر تھی کہ قرآن نے اس کی حکایت یوں بیان فرمائی ہے: اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (سورہ ہود:۸۸) ترجمہ: میں جہاں تک بنے سنوارنا (اصلاح) ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے۔

اور حضرت جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (مشکوٰۃ) اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ثواب کا درجہ روزہ، نماز اور صدقہ سے زیادہ ہے؟ حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کی: کیوں نہیں؟ فرمایا: آپس میں دشمنی رکھنے والے دو شخصوں کے درمیان صلح کرانا۔

فقیر نے اپنے بزرگوں سے حضور مفتیٔ اعظم کی سیرت کے خصائص کے متعلق جو سنا اس میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے مریدین، متعلقین بلکہ عامۃ المسلمین کی اصلاح اور ان کی خیر خواہی کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے اور موقع بہ موقع ان کی اصلاح فرمایا کرتے تھے، اس سلسلے میں آپ کی حیاتِ مبارکہ کے چند گوشے جو اصلاحِ مسلمین پر مشتمل ہیں وہ ذیل میں

درج کیے جاتے ہیں۔

تراویح میں حافظ قرآن کی اصلاح کا انوکھا طریقہ

قرآن پاک کو پڑھنا اور سننا دونوں باعثِ خیر وبرکت اور کارِ ثواب ہیں، جس کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں۔ رمضان میں وہ بھی نماز تراویح میں تو اس کے پڑھنے اور سننے کے ثواب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کی تلاوت فرمان باری تعالیٰ: "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا" کے موافق ہو یعنی حرفوں کو ان کے صحیح مخارج اور صفتوں کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اگر چہ آج مدارس کی کثرت کی بنیاد پر تجوید کی تعلیم کو فروغ ملا ہے اور اب قرآن درست پڑھنے والے ملنے لگے ہیں، اس کے باوجود بہت سے وہ علاقے جہاں تجوید کی تعلیم نہیں ہوتی وہاں درست قرآن پڑھنے والے نادر ونایاب ہیں۔ جب آج کا یہ حال ہے تو آپ اندازہ کریں کہ پچاس سال پہلے کیا حال رہا ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ''افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ میں حفاظ کی حالت ناگفتہ بہ ہے، اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ يَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ کے سوا کچھ پتا نہیں چلتا، الفاظ وحروف کھا جایا کرتے ہیں۔ جو اچھا پڑھنے والے کہے جاتے ہیں انہیں دیکھئے تو حروف صحیح ادا نہیں کرتے۔'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں درست قرآن پڑھنے والے حفاظ کم پائے جاتے تھے۔ لیکن ان کی اصلاح کرنا وہ بھی نماز تراویح میں ایک مشکل امر ہے۔ لیکن اللہ والوں سے کوئی بات بعید نہیں ہے۔

رمضان کے مہینے میں کچھ مریدین بریلی شریف پہنچے اور انہوں نے چاہا کہ پیر ومرشد سرکار مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں۔ انہیں یہ خیال گزرا کہ مسجد میں تراویح کی نماز حضرت کے ساتھ پڑھنے کے لیے لوگوں کا ایک جم غفیر ہوگا، پیر رکھنے تک کی جگہ نہیں ہوتی ہوگی کیوں کہ عموماً تراویح میں مسجدیں بھر جاتی ہیں اور جس مسجد میں سرکار مفتیٔ اعظم نماز پڑھتے ہوں گے وہ تو ضرور آپ کے چاہنے والوں سے پُر ہوجاتی ہوگی۔ لیکن جب نماز تراویح کا وقت آیا، معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا، رضا مسجد میں صرف چند ہی صفیں قائم

ہوئیں۔اس بات نے انہیں حیرت میں ڈال دیا کہ اپنے وقت کے اتنے بڑے بزرگ کے ساتھ صرف گنتی کے لوگ نماز تراویح ادا کر رہے ہیں، جب کہ عموماً مسجدوں میں تراویح کے لیے اس سے زیادہ بھیڑ ہوتی ہے۔پھر حافظ صاحب جو امام تھے انہوں نے نماز تراویح شروع کی، نماز تراویح کا عالم یہ تھا کہ حضرت، حافظ صاحب کی لغزشوں پر ان کی گرفت کرتے رہے، کبھی حضرت ان سے فرماتے کے آپ نے فلاں حرف صحیح مخرج سے ادا نہ کیا، فلاں جگہ یہ غلطی کی، فلاں جگہ یہ ترک کر دیا وغیرہ۔جس کی وجہ سے اعادہ لازم ہوتا تو اعادہ کرواتے۔تو اب وہی بیس رکعتیں پچاس رکعتوں کے مانند ہوگئیں، جس کی وجہ سے ختم تراویح میں کافی وقت لگ گیا۔

مریدین جو جماعت میں شامل تھے تھک گئے، تو سرکار مفتیٔ اعظم کی تھکان کا عالم کیا رہا ہوگا، اس کے باوجود آپ کے اصلاحی جذبے میں کوئی کمی نہیں آئی اور آپ مسلسل حافظ صاحب کی اصلاح کرتے رہے۔اب یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ آخر حضرت کے ساتھ اتنے کم لوگ کیوں کر نماز ادا کر رہے ہیں، لیکن دل میں یہ خیال بار بار آتا کہ جب حافظ صاحب تلاوت میں اتنی خطا کر رہے ہیں تو حضرت ان کو ہٹا کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے اس خیال کا اظہار حضرت کے ایک عزیز سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب نے حفظ تو کر لیا ہے اور کہیں نا کہیں تراویح ضرور سنائیں گے، لیکن ان کی اصلاح کی ضرورت ہے تو حضرت نے چاہا کہ کیوں نہ میں خود ہی ان کی اتنی اصلاح کر دوں تا کہ وہ تاعمر جہاں کہیں تراویح پڑھائیں تو لوگوں کی نماز صحیح طور پر ادا ہو۔

اس سے واضح ہوا کہ ضعیفی میں بھی آپ مشقت برداشت کر کے لوگوں کی اصلاح فرماتے اور خیر خواہی کے جذبہ سے لوگوں کی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچاتے، جہاں اپنی نمازوں کی فکر ہے وہیں عام مسلمانوں کی بھی فکر ہے۔

نمازیوں کی اصلاح کی فکر

علامہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے باب صفۃ الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ صحابیٔ رسول حضرت خلاد ابن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے، جب کہ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں جلوہ گر تھے، انہوں نے نماز ادا کی، وہ آئے اور حضور ﷺ کو سلام کیا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ، نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔تین دفع ایسا ہوا تو انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے سکھا دیجیے۔حضور ﷺ نے انہیں نماز کی مکمل تعلیم فرمائی، جس میں استقبال قبلہ، وضو، تکبیر، قراءتِ قرآن، رکوع، سجدہ اور تعدیل ارکان یعنی نماز کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کی تعلیم تھی۔(ماخوذ وملخص مراۃ المناجیح)

اس سے ظاہر ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں موجود ہوتے تو آپ لوگوں کی نماز کے طریقوں کو ملاحظہ فرماتے اور حسب ضرورت ان کی اصلاح فرماتے۔حضور مفتیٔ اعظم بھی سیرت نبوی کے اس پہلو پر عمل فرماتے تھے۔

نبیرۂ استاذ زمن حبیب ملت علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ رضا مسجد (بریلی شریف) میں جماعت قائم تھی، حضور مفتیٔ اعظم اس جماعت میں پہلے سے ہی شامل تھے، مجھے کچھ تاخیر ہوگئی، مجھے حضرت کے بغل میں جگہ ملی، امام کو قعدہ میں پایا، میں نے فوراً نیت باندھ لی اور قعدہ کے لیے بیٹھ گیا، چوں کہ میں مسبوق تھا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز مکمل کی، میری نماز پوری ہونے تک حضرت وظائف کا ورد فرما رہے تھے، میں نے سلام پھیرا، حضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تم تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے تو قعدہ میں نہیں چلے گئے؟ تمہیں مسئلہ معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا: جی حضور! میں نے تکبیر تحریمہ قیام ہی کی حالت میں مکمل کی اور قعدہ دوسری تکبیر کہہ کر کی تھی، مسئلہ مجھے معلوم ہے۔حضرت یہ سنکر خوش ہوئے۔

حضرت حبیب میاں علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد مجھ راقم سے فرمایا: ان کا یہ پوچھنا اس سبب سے تھا کہ اکثر لوگ جب پنج نماز میں شریک جماعت ہوتے ہیں اور امام کو رکوع، سجود یا قعدہ میں پاتے ہیں تو تکبیر تحریمہ (پہلی تکبیر) کہتے ہوئے امام کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں جب کہ ایسا کرنے سے ان کی نماز نہیں ہوتی کیوں کہ پہلی تکبیر قیام کی حالت میں کہنا ضروری ہے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع، سجدہ یا قعدہ میں جہاں امام کو پائے وہاں جائے، لیکن اکثر لوگ عجلت میں پہلی تکبیر کہتے ہوئے امام کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، اسی

وجہ سے حضور مفتیٔ اعظم کو میری نماز کی فکر ہوئی کہ میں نے پہلی تکبیر کہتے ہوئے تو قعدہ نہیں کیا۔

خادم کی اصلاح اور بزرگوں میں آپسی محبت

حضور مفتیٔ اعظم ایک مرتبہ اپنے خادم کے ساتھ ایک مسجد میں تشریف لے گئے، جہاں ایک بزرگ سید صاحب امامت فرماتے تھے، ادباً حضرت ان کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے، لیکن حضرت کے خادم صاحب چارزانوں پالتی مار کر بیٹھے، حضرت مفتیٔ اعظم نے جب اپنے خادم کو دیکھا تو جلال میں فرمایا کہ کیا سید سادات کے سامنے اس طرح سے بیٹھا جاتا ہے؟ یہ سن کر حضرت سید صاحب قبلہ جو چارزانوں بیٹھے تھے وہ بھی دوزانوں بیٹھنے لگے، حضرت نے ان سے فرمایا کہ سید صاحب آپ کیوں دوزانوں بیٹھ رہے ہیں، انہوں نے فرمایا: حضور میری بھی اصلاح ہوگئی کہ عالموں کے سامنے کس طرح بیٹھنا چاہیے۔ لیکن حضرت مفتیٔ اعظم نے سید صاحب سے اصرار کیا کہ آپ جیسے پہلے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھیں، بالآخر سید صاحب قبلہ کو حضرت نے راضی کرلیا کہ وہ دوزانو ہی بیٹھے رہے۔

کام کی ابتدا میں بسم اللہ کی تعلیم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ”جو بھی اَہم کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شُروع نہیں کیا جاتا وہ ادھورا رہ جاتا ہے“۔ اسی سبب سلف صالحین، بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ ہر کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرتے رہے اور اپنے مریدین، متوسلین کو اس کی تاکید وتنبیہ کرتے رہتے تھے۔ سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کا بھی یہی معمول تھا۔

سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی سیرت کے اس گوشہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک صاحب بیان کرتے ہیں: ممبئی سے کچھ ساتھیوں کے ساتھ بریلی شریف جانا ہوا، انہیں ایک صاحب نے ٹوپی یہ کہہ کر دی کہ حضرت کے نذر کر دینا، جب بریلی شریف پیر و مرشد حضور مفتیٔ اعظم کے یہاں حاضری ہوئی، تمام ساتھی سلام اور دست بوسی کر کے حضرت کے پاس بیٹھ گئے، حضرت کے مرید صالح محمد پیر جی اس وقت حضرت کے سر پر تیل مل رہے تھے، ٹوپی حضرت کے سر پر نہیں تھی، اس وقت حضرت کی طبیعت بھی خوش گوار معلوم ہو رہی تھی، انہوں نے موقع غنیمت جانا

اور یہ کہتے ہوئے حضرت کو ٹوپی اڑھادی ”حضور یہ ٹوپی فلاں بھائی نے آپ کو نذر کی ہے“، حضرت نے فوراً اس کو اپنے سر سے اتارا اور فرمایا ”کسی بھائی نے بھی دی ہو“ پھر بسم اللہ پڑھ کر اس ٹوپی کو پہنا۔

اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: دراصل میں نے حضرت کو ٹوپی بغیر بسم اللہ پڑھے پہنادی تھی، اس لیے حضرت نے میری یہ اصلاح فرمائی کہ ہر کام بسم اللہ پڑھ کر کرنا چاہیے۔

دیہاتی مرید کا کلمہ شریف درست کرانا

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بزرگ ترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور بزرگ ترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

اس حدیث کی تشریح میں مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے، اسے پڑھ کر کافر مؤمن ہوتا ہے، اس سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے یہ حمد الٰہی ونعت مصطفوی کا مجموعہ ہے اس لیے یہ افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ دل کی صفائی کے لیے کلمۂ طیبہ اکسیر ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلمہ شریف کا پڑھنا اور اس کا ورد کرنا کتنا نفع بخش ہے۔ لیکن اس کے باوجود آج بھی بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو صحیح طور پر کلمہ شریف نہیں پڑھ پاتے ہیں۔

حضرت حبیب ملت علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک دیہاتی حضرت مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مرید ہونے آیا، حضرت کا طریقۂ بیعت یہ تھا کہ کلمہ شریف بھی پڑھاتے تھے، جب اس دیہاتی سے آپ نے کہا کہ پڑھو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو وہ صحیح طور پر کلمہ شریف کے جملے ادا نہیں کر پا رہا تھا، آپ اس سے بار بار کلمہ شریف پڑھوانے لگے، پر وہ کلمہ شریف صحیح ادا نہ کر سکا، لیکن پھر بھی حضرت بار بار اس سے پڑھنے کے لئے کہتے حضرت کی تھکان دیکھنے کے بعد میں نے عرض کیا: حضور مجھے اجازت دیں کہ میں کلمہ صحیح کروادوں، لیکن حضرت خود ہی اس دیہاتی کو کلمہ شریف کی مشق کراتے رہے، پھر کافی وقت کے بعد جب اس نے پورا کلمہ صحیح طور

پر پڑھ لیا تب جا کر آپ نے اسے بیعت فرمایا۔

خط لکھواتے ہوئے مولوی صاحب کی اصلاح

انہی کا بیان ہے کہ حضرت مفتیِ اعظم کے ایک مرید کے والد کا انتقال ہوا انہوں نے خط کے ذریعہ حضرت کو اپنے والد کے انتقال کی خبر دی، حضرت کی طرف سے ایک عالم صاحب نے تعزیتی خط لکھا، وہ عالم صاحب مشق افتاء کے لئے کچھ روز پہلے ہی حاضر بارگاہ ہوئے تھے اور ان دنوں وہ عالم صاحب ہی حضرت کے خطوط کے جوابات دیا کرتے تھے، انہوں نے خط کے شروع ہی میں اس طرح لکھا کہ آپ کے والد کے انتقال کی خبر سنی، سنکر بے حد افسوس ہوا، حضرت نے جب خط کو ملاحظہ فرمایا تو لفظ بے حد پر حضرت نے ان سے فرمایا کہ یہ بے حد کیا ہوتا ہے؟ بے حد کا مطلب تو یہ ہے کہ جس کی کوئی حد نا ہو اور اتنا غم تو انسان کو اپنے عزیز کی موت پر بھی نہیں ہوتا ہے، پھر اتنا غم ہونے پر انسان زندہ ہی کب رہ سکتا ہے؟ پھر لفظ بے حد کو کٹوا کر اس کی جگہ یہ لکھوایا کہ ''آپ کے والد کے انتقال کی خبر سنی سنکر افسوس ہوا''۔ یا پھر یوں لکھوایا کہ ''بہت افسوس ہوا''۔

نواب اور اس کے دوستوں کی اصلاح

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیک باتوں کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا بڑی نیکی کا کام ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو خیر امت (بہترین امت) قرار دینے کے بعد فرمایا: تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔ چونکہ امر بالمعروف نبوت و رسالت کا منصب ہے اس لیے یہ فریضہ انجام دینے والوں کو انبیا کے وارث ہونے کا شرف حاصل ہوتا۔ امر بالمعروف ہر شخص پر اس کے منصب اور استطاعت کے اعتبار سے واجب ہے، اس پر قرآن وسنت ناطق ہیں اور اجماع امت بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، لیکن بعض اوقات یہ فرض عین ہو جاتا ہے، مثلاً کسی جگہ برائی ہو رہی ہو اور ایک آدمی کو اس کا علم ہو، کسی دوسرے کو معلوم نہ ہو تو صرف

اس پر فرض ہے، دوسروں پر نہیں۔ پھر یہ کہ مخاطب قبول کرے یا نہ کرے، نیکی کا حکم دینے والا بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے۔ امر بالمعروف حکمرانوں، علما، مشائخ بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور اگر ہر شخص اس کو اپنی ذمہ داری سمجھے تو معاشرہ نیکیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

اس کی تعلیم حدیث نبوی میں بھی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تم میں سے برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے، اگر اس کی بھی نہیں رکھتا تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مسلم) حضور مفتیِ اعظم کی سیرت کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

حضرت مفتیِ اعظم سوراشٹر میں تشریف فرما تھے کہ وہاں کے ایک نواب نے لوگوں سے آپ کا ذکر سنا کہ آپ ایک بڑے عالم دین ہیں، سرکار اعلیٰ حضرت کے شہزادے ہیں، بڑے بزرگ ہیں۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ میں حضرت کو دعوت دینا چاہتا ہوں، جب آپ سے اس کی ملاقات کرائی گئی تو وہ ننگے سر تھا، آپ ننگے سر والے کو فوراً ٹوکتے تھے، لیکن آپ نے خلاف عادت اس سے کچھ نہیں فرمایا۔ نواب نے آپ سے عرض کیا: ''میں نے آپ کے ساتھ اپنے احباب کو بھی مدعو کیا ہے۔'' وہ حضرت کو اپنی کوٹھی میں لے گیا جس میں اس کے آبا واجداد کی بڑی بڑی تصویریں لگی تھیں، یہ سب دیکھ کر بھی آپ نے اسے نہیں ٹوکا، خادم کے دل میں یہ وسوسہ آنے لگا کہ ''کہیں نواب سے حضرت مرعوب تو نہیں ہو گئے'' آخر کیوں حضرت اسے کچھ نہیں فرماتے؟ خادم کو ایسا خیال اس لئے آیا کیوں کہ حضرت خلاف شریعت کام دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے تھے۔ وقت گزرتا رہا، جب کھانے کا وقت آیا اس کے تمام احباب بھی حاضر آ گئے، ان میں بڑے بڑے مالدار حضرات بھی تھے، کھانا دسترخوان پر لگایا گیا، نواب نے حضرت سے عرض کیا ''حضرت کھانا تناول فرمائیے، اب حضرت نے فرمایا: ''میں کھانا ننگے سر والوں کے ساتھ نہیں کھاتا ہوں'' اور فرمایا: ''سر کے اوپر جو حرام تصویریں معلق ہیں انہیں ہٹاؤ اور اگر بھاری وزنی ہونے کی وجہ سے ابھی فوراً نہیں ہٹا سکتے تو ان کو کپڑے یا کوئی چادر سے چھپاؤ

اور بعد میں ان کو یہاں سے ہٹا دینا۔حضرت کی دلپذیر نصیحت سنتے ہی نواب اور اس کے رئیس مہمانوں کی یہ کیفیت تھی،کوئی ٹوپی پہن رہا ہے،کوئی رومال ڈھونڈ رہا ہے،تو کوئی چادر سے تصویروں کو ڈھانک رہا ہے،خادم یہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ حضرت مفتیِ اعظم نے نواب کو پہلے اس لئے نہیں ٹوکا تھا کیوں کہ اس وقت صرف نواب کی اصلاح ہوتی لیکن حضرت نے نواب کے ساتھ ساتھ اس کے سبھی ساتھیوں کی بھی اصلاح فرما دی۔

میں سمجھتا ہوں اسی طرح اگر ہر طبقے کے لوگ مثلاً ارباب اقتدار،اساتذہ،والدین وغیرہ سبھی ذمہ دار اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کریں،مبلغین اسلام،علما و مشائخ وغیرہ سبھی لوگ اپنی تقریروں تحریروں کے ذریعے برائی کا قلعہ قمع کریں اور نیکی کو فروغ دیں،تو عوام کی اصلاح کی بڑی امید ہے۔

حلال کمائی کی ترغیب اور حرام سے بچنے کی تنبیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا جس کا انبیائے کرام کو حکم دیا۔فرمایا: اے نبیو! طیب اور لذیذ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو اور رب تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی طیب و لذیذ روزی کھاؤ۔پھر ذکر فرمایا کہ آدمی پراگندہ،گرد آلود بال کے ساتھ لمبے لمبے سفر کرتا ہے،آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! اور اس کا کھانا حرام اور پینا حرام،لباس حرام اور حرام کی ہی غذا پاتا ہے،تو ان وجوہ سے دعا کیسے قبول ہو۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو قبول فرماتا ہے اور خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے۔وہ تمام صفات غیر کمالیہ (بری اور کمزور صفتوں) سے بری و پاک ہے،بایں سبب مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں،نیک اعمال کریں۔نیز کسب حلال وطلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کو جمع فرما دیا ہے۔لہٰذا یہ حکم خداوندی بھی ہے،سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیا بھی۔اس لیے کسب

حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے۔اس میں دنیا کی عزت بھی ہے،آخرت کی سرخروئی بھی۔آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً کپڑا سازی،پھر کھیتی باڑی کرتے تھے۔نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ،ادریس علیہ السلام درزی گری،ہود و صالح علیہما السلام تجارت،ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام جانور پالتے تھے،لوط علیہ السلام کھیتی باڑی،موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائیں،داؤد علیہ السلام زرہ بناتے،سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہوکر پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے،عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے تھے،ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کیے۔لہٰذا ہم مسلمانوں کو بھی حرام سے بچنا اور حلال روزی کی فکر کرنی چاہئے اور محنت ومشقت کرکے روزی حاصل کرنی چاہیئے۔کیوں کہ حرام روزی کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی۔جو بچپن سے ہی حرام میں پلا،جوان ہوکر حرام کمائی ہی کی،جس کی غذا اور لباس حرام کا رہا،حرام کمائی سے حج وغیرہ جو بھی کرے اور دعائیں مانگے،قبول نہ ہوں گی۔صوفیا فرماتے ہیں: دعا کے دو پر ہیں: حلال روزی،سچی بات۔اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی۔(ملخصاً مرآۃ المناجیح)

ممبئی میں ایک صاحب کے یہاں حضرت کی دعوت تھی،کھانا لگا دیا گیا تھا،ایک سے بڑھ کر ایک نعمتیں دسترخوان پر سجا دی گئیں تھیں،اب کھانے کی تیاری تھی کہ کسی نے حضرت کے کان میں سرگوشی کی: ”حضور جن صاحب نے آپ کی دعوت کی ہے ان کا پیشہ جائز کمائی کا نہیں ہے۔“ یہ سننا تھا کہ حضرت نے دعوت کرنے والے صاحب کو بلا کر فرمایا: ”مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کا پیشہ جائز کمائی کا نہیں ہے؟“ وہ صاحب اس بات پر خاموش ہو گئے،تردید نہیں کی کہ نہیں میرا پیشہ جائز و حلال کمائی کا ہے۔حضرت نے فرمایا: ”فقیر اس وقت یہ کھانا نہیں کھا سکتا“ اور اٹھ کر تشریف لے جانے لگے،دروازے پر پہنچے تو آپ نے ان صاحب سے فرمایا: ”حلال روزی تلاش کرو اور جب حلال کے پیسے ہوں تب میری دعوت کر دینا،میں کھالوں گا۔

نواسیوں کی اصلاح

راقم الحروف فقیر محمد نوید رضا غفرلہ کی والدہ مرحومہ حفیدۂ استاذ زمن،نواسی مفتیِ اعظم

نکہت فاطمہ نور اللہ مرقدہا بیان کرتی ہیں: ایک دفعہ علی الصبح فجر کے بعد شہر کی ایک اجنبی عورت حضرت کے مکان پر آگئی، اس کی مہمان نوازی کی گئی، ناشتہ کرایا گیا، وہ کبھی مکان کے ایک کمرے میں جاتی تو کبھی دوسرے میں، کبھی حضرت کی اہلیہ (مادر اہل سنت حضرت چھوٹی بی صاحبہ) سے بات کرتی، تو کبھی حضرت کی صاحب زادیوں سے۔ اس کو دوپہر کا کھانا بھی کھلایا گیا، پھر اس نے کہا: دوپہر میں مجھے بھی آرام کی عادت ہے تو اس کے لئے ایک چارپائی کا بھی انتظام کر دیا گیا۔ شام کے وقت اٹھی، چائے بھی پلا دی گئی، مغرب کے وقت اس نے چھوٹی بی صاحبہ سے یہ بات کہی: آج میرا اپنے پیر پیرانی کے گھر بہت دل لگا، اب میں کیا جا کر اپنے گھر کھانا بناؤ گی، لیکن میرے شوہر دن بھر کے بعد کام کر کے گھر آئیں گے، میں فلاں محلہ کی رہنے والی ہوں اور میرے پاس برتن بھی نہیں ہے، تو جہاں آپ نے اتنا کرم فرمایا ہے آپ مجھے کھانا بھی عنایت فرما دیں۔ حضرت چھوٹی بی صاحبہ نے اس عورت کو برتن سمیت کھانا بھی دے دیا۔ حضرت مفتیِ اعظم کی تین نواسیاں صبح سے اس عورت کے معاملات دیکھ رہیں تھیں کہ یہ بغیر کسی کام کے یوں ہی دن بھر گھر میں ہے۔ جب حضرت گھر میں تشریف لائے تو اس نے کہا کہ حضور! کوئی برکت کا تعویذ دے دیجیے۔

جب حضرت نے اسے تعویذ عطا فرمایا تو اس عورت نے ایک چونا کھتا لگی ہوئی چوّنی (چار آنے) حضرت کو پیش کی، اپنی غریب مریدنی کا دل رکھنے کے لئے آپ نے اسے لے کر اپنی صدری کی جیب میں رکھ لیا، پھر جب وہ عورت جانے لگی اور صدر دروازے کو پہنچی، حضرت کی ان نواسیوں نے اس سے یہ کہا: تم بالکل صبح سے آئی ہو تمہیں ناشتہ اور دوپہر کا کھانا بھی کھلایا گیا، چارپائی دے کر آرام بھی کروایا، شام کی چائے بھی پلا دی گئی اور برتن سمیت کھانا بھی دے دیا اور نانا نے تعویذ بھی دے دیا، تمہیں یہ گندی چوّنی دینے کی کیا ضرورت تھی؟ حضرت نے یہ باتیں کہیں سے سن لیں، فوراً تشریف لائے اور نواسیوں کو نصیحت کرتے ہوئے (چار آنے) نکال کر فرمایا: مجھے اس غریب کی چوّنی لاکھوں سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ نے اس غریب مریدنی کا دل رکھا۔

چوتھا باب

کشف و کرامت

اللہ عزوجل کے نیک بندوں سے خلاف عادت امور کا ظاہر ہونا ہی کشف و کرامت ہے جو کمالِ ولایت کی نشانی ضرور ہے مگر اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ خلاف عادت امور کا ظہور ہو تبھی بندہ ولی ہے۔ بلکہ ولی کے اندر استقامت فی الدین، تقوی اور احکام شرعیہ کی پابندی ہوتی ہے، جو ایک عظیم کرامت ہے۔ فرمان باری ہے: اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ○

کرامت جو حق سبحانہ کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف نیکوکار ہی پاتے ہیں۔

کرامت کی دو قسمیں ہے: اول محسوس ظاہری، دوم معقول معنوی۔

عوام صرف اول قسم یعنی کرامت محسوسہ ہی کو کرامت سمجھتی ہے، جیسے کسی کو دل کی بات بتا دینا، گزشتہ، موجودہ یا آئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، صدہا منزل زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے چھپ جانا کہ سامنے موجود ہو اور کسی کو نظر نہ آئے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن کرامت کی دوسری قسم جسے کرامت معنویہ کہتے ہیں یہ ایسی کرامت ہے جسے صرف خواص پہچانتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی پابندی رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے، تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے کا التزام رکھے۔ ان کرامتوں میں مکر واستدراج کو دخل نہیں اور وہ کرامتیں جنھیں عوام کرامت سمجھتی ہے، ان سب میں مکر وفریب کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کریں ورنہ کرامت نہ ہوگی۔

اور کرامت معنویہ میں مکر واستدراج (نظر بندی، دھوکہ) کا شائبہ بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ علم ان کے ساتھ ہے، علم کا شرف خود ہی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان میں مکر کا

دخل نہیں اس لئے کہ شریعت کی حدیں کسی کے لئے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں۔اس وجہ سے کہ شریعت سعادت پانے کا عین صاف وروشن راستہ ہے۔تو علما ہی مکر واشتباہ سے امان میں ہیں۔ (ماخوذ وملخص از فتاوی رضویہ جلد ۲۱، ۵۴۷)

مذکورہ عبارت کی روشنی میں سرکار مفتیِ اعظم کی ذات اوران کے کشف وکرامات کو سمجھنا آسان ہے۔وہ عالم ربانی تھے جن کو اللہ عزوجل نے دونوں طرح کی کرامات سے مزین فرمایا تھا،ان کے تقویٰ وطہارت اوراستقامت فی الدین کا ایک عالم معترف ہے،ان پر اللہ عزوجل نے علوم ظاہری وباطنی کے دروازوں کو کھول دیا تھا ان کو ساقی نے اپنی معرفت کے ایسے جام سے سیراب کیا تھا جسے نوش فرمانے کے بعد وہ دنیا میں رہ کر بھی تارکِ دُنیا رہے۔

ایک تم دنیا میں رہ کر تارکِ دنیا رہے
رہ کے دنیا میں دکھائے کوئی دنیا چھوڑ کر

جن کے دل کی کیفیت یہ تھی:

خدا ایک پر ہو تو اِک پر محمد
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

آپ اس حدیث پاک اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ کے مصداق تھے۔اسی سبب آپ کی سیرت کے گوشوں میں ایک گوشہ فراست باطنی اور کشف وکرامت بھی ہے۔

فراست باطنی

میرے والد گرامی حضرت سلیم رضا خان صاحب کا بیان ہے کہ میں اور صالح محمد عرف پیرجی کا بریلی شریف جانا ہوا، ہمارے ہمراہ کوکن کے ایک رکن الدین نامی وکیل ساتھ تھے،ان کا مقصد تھا کہ بریلی شریف پہنچ کر حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو جاؤں ،وہ چونکہ وکیل تھے، انھوں نے اعلیٰ دنیاوی تعلیم حاصل کی تھی ،لیکن دینی ماحول سے آشنا نہیں تھے،اس لئے نشست وبرخاست، قیام

وطعام کے مذہبی واخلاقی آداب اور طور طریقے نہیں جانتے تھے۔

ان سے کہا گیا کہ ٹوپی ہمیشہ پہنے رہنا، خصوصاً کھاتے پیتے وقت داہنے ہاتھ کا استعمال کرنا اور بائیں ہاتھ کا استعمال نہ کرنا وغیرہ۔انہیں خوب سمجھا دیا، بار بار تاکید کر دی، خیر بریلی شریف پہنچے، حضرت کے یہاں ہر شب جمعہ میلاد شریف کی محفل ہوتی تھی، مہمانوں کو بھی محفل میلاد میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔محفل میلاد شروع ہوئی نعت خواں حضرات نعت ومنقبت پڑھ رہے تھے، حضرت تشریف فرما تھے،میں اور پیر جی صاحب حضور مفتیِ اعظم کے قریب بیٹھ گئے اور وکیل رکن الدین صاحب حضرت کے پس پشت بیٹھے، ایک یا ڈیڑھ گھنٹے تک میلاد شریف کا سلسلہ چلتا تھا، حضرت مجلس میں دوزانو بیٹھتے تھے اور آنکھیں بند کر کے شعرا کا ایک ایک شعر اور مقررین کی تقریر بڑے غور سے سماعت فرماتے تھے، مجلس میں چائے وغیرہ کا اہتمام رہتا تھا۔ چائے آئی تو وکیل صاحب نے بائیں ہاتھ سے چائے لی اور اسے الٹے ہاتھ سے پینے لگے، میرے والد فرماتے ہیں: فقیر اس بات کا گواہ ہے کہ حضرت کا چہرہ ان کی طرف نہیں تھا بلکہ پشت تھی، پھر بھی حضرت فوراً تیزی سے ان کی طرف پلٹے اور آپ نے انہیں ٹوکا کہ دائیں ہاتھ سے پیو۔محفل ختم ہونے کے بعد ہم نے ان سے کہا: دیکھا! حضرت کی پیٹھ تمہاری طرف تھی پھر بھی حضرت نے جان لیا کہ تم الٹے ہاتھ سے پی رہے ہو، یہ حضرت کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔

جوٹھے میں شفا اور کشف باطنی

ابن حجر علیہ الرحمہ کی کتاب الفَتَاوَی الفِقْهِيَّة میں منقول ہے: مومن کے جوٹھے میں شفا ہے۔بزرگوں کے تبرکات سے استفادہ اہلِ سنت کے مراسم میں سے ہے، ہر زمانے میں بزرگوں کے کھان پان اور استعمال کی ہوئی چیزوں کا بطورِ تبرّک استعمال بھی اہلِ سنت کے مراسم میں سے ہے۔اس سلسلے میں والد ماجد (اَطَالَ اللّٰهُ عُمْرَهٗ) کا بیان ہے کہ حضرت مفتیِ اعظم کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کا موقع ملا، وہاں یہ منظر بھی دیکھا کہ جب حضرت مفتیِ اعظم وضو فرما رہے تھے تو لوگ آپ کے وضو کا پانی چلوؤں میں لے کر پی رہے تھے اور

چھوٹے برتنوں میں لے جا رہے تھے، بلکہ میں نے بعض کافروں کو بھی وضو کا پانی لے جاتے دیکھا ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم لوٹے سے وضو فرمانا پسند کرتے تھے اور پانی کے ضائع ہونے کے خیال سے نل سے بچتے تھے۔

نل سے وضو کرنے والوں کے زجر و توبیخ کے لیے آپ کو یہ بارہا فرماتے سنا گیا: مردوں کو لوٹا نصیب نہیں اور عورتوں کو چادر نصیب نہیں۔ جب نماز ہوگئی تو مسجد میں لوگ داخل سلسلہ ہونے لگے، افراد کی زیادتی کے سبب یہ ممکن نہیں ہوتا کہ حضرت ہر ایک کا ہاتھ پکڑ کر بیعت فرمائیں، لہٰذا لوگ چادروں اور رومالوں کو باندھ کر اسے زنجیر نما بنا لیتے اور اس کو پکڑ کر داخل سلسلہ ہوتے۔ ہم لوگ حضرت کے یوں تو پہلے سے ہی مرید تھے، پر تجدیدِ بیعت کی نیت سے شامل ہو گئے، حضرت جو کلمات مرید کرتے وقت مَرْدوں کے لیے ارشاد فرماتے، وہی عورتوں کے لیے بھی فرماتے، جیسے ناچ گانے تماشوں سے بچتا رہوں گا، بچتی رہوں گی، بے پردگی سے بچتی رہوں گی وغیرہ، اس پر مجھے بھی کچھ حیرت ہوئی کہ مسجد میں تو صرف مرد ہیں اور حضرت یہ کلمات ارشاد فرماتے ہیں۔

آپ کے حیاتِ ظاہری کے آخری ایام کی بات ہے، اس وقت آپ کا ضعف بھی بڑھا ہوا تھا، حضرت نے مرید فرمایا اور دعا فرمائی، مجلس کے اختتام ہوتے ہی میں فوراً کسی کام سے مسجد کے باہر آیا تو دیکھا کہ وہ رومال در رومال ہوتا ہوا مسجد کے باہر تک پہنچ گیا تھا، جس کو کچھ عورتوں نے بھی پکڑ لیا تھا۔ سرکار مفتیٔ اعظم مسجد میں بیٹھ کر بیعت فرما رہے تھے اور باہر جو عورتوں نے بیعت ہونے کے لیے رومال پکڑ لیا تھا وہ مسجد کے اندر سے بظاہر نظر نہیں آ رہی تھیں، لیکن سرکار مفتیٔ اعظم کی نگاہِ بصیرت تھی جو انہیں بھی ملاحظہ فرما رہی تھی۔

یہ آپ کا کشف ہے جسے حدیث میں مومن کی فراست باطنی فرمایا گیا ہے۔

شریعت کی پاسداری اور کشف باطنی

میری والدہ نواسیِ مفتیٔ اعظم، نکہت فاطمہ علیہا الرحمہ بیان کرتی ہیں: ایک روز حضرت ظہر کے بعد مسجد سے تشریف لائے، اس وقت آپ بہت تھکے ہوئے تھے، کھانے کے بعد لیٹے

ہی تھے کہ حضرت کی آنکھ لگ گئی، میں اور میری ایک بہن حضرت کے پیر دبانے لگیں، حضرت نیند میں تھے، اس وقت کچھ مہمان عورتیں بھی موجود تھیں، ان میں سے ایک عورت نے ہماری دیکھا دیکھی حضرت کے پیر دبانے کا سوچا کہ پیر کے پَیر دبانے کا موقع ملے گا، وہ اس ارادہ سے جیسے ہی قریب آئی اور چاہا کہ حضرت کا پاؤں دباؤں، اچانک حضرت کی آنکھ کھل گئی اور فرمانے لگے: کون ہے؟ کون ہے؟ ہمیں بڑی حیرت ہوئی کہ جب ہم حضرت کی نواسیاں آپ کے پیر دبا رہی تھیں تو حضرت گہری نیند سو رہے تھے اور جیسے ہی وہ عورت پَیر دبانے کے ارادے سے قریب آئی تو حضرت کی آنکھیں کھل گئیں اور فرمایا: کون ہے؟ جس کی وجہ سے وہ عورت دور ہوگئی۔ چونکہ ہم دونوں نواسیاں حضرت کی محرم تھیں اس لئے ہم دونوں بہنیں جب تک حضرت کے پیروں کو دبا رہی تھیں حضرت اپنی آنکھیں بند کیے آرام فرماتے رہے اور جب وہ عورت جو کہ غیر محرم تھی اس نے پیر دبانے کا ارادہ کیا تو آپ فوراً بیدار ہو گئے اور اسے پیر دبانے سے باز رکھا۔

سوال پوچھنے سے پہلے ہی جواب عطا کرنا

حضرت حبیب میاں صاحب علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ اکثر ایسا ہوتا کہ میں جب اپنے گھر سے حضرت مفتیٔ اعظم کے دولت خانے پر حاضر ہونے کے لیے نکلتا تو راستہ میں سوچتا کہ آج یہ مسئلہ حضرت سے پوچھوں گا اور جب وہاں حاضر ہوتا تو حضرت لوگوں سے گفتگو فرما رہے ہوتے، اسی اثنائے گفتگو میں حضرت میرے سوچے ہوئے مسئلہ کا جواب ارشاد فرما دیتے، پھر جواب ارشاد فرما کر میری طرف دیکھ کر ایک بار تبسم ضرور فرماتے۔

کتاب کھولتے ہی عبارت مل جاتی

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے مجھے ایک فتوی املا کروایا اور پھر فرمایا کہ فلاں کتاب کی عبارت سے ملا لینا۔ آپ نے فرمایا کہ عبارت کتاب کی فلاں جلد میں ہے، لیکن صفحہ نہیں بتایا، میں تلاش کرنے لگا، بہت ضخیم جلد تھی، جب میں تھک گیا تو حضرت سے عرض کیا: حضور آپ وہ عبارت نکال دیجیے، حضرت کو کچھ جلال آیا کہ اب یہ بھی میں کروں، آپ نے کتاب

لی اور جیسے ہی کتاب کھولی اسی صفحے پر وہ عبارت موجود تھی۔ یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی۔

حضرت کی انگوٹھی

میرے والد حضرت سلیم رضا خان صاحب کا بیان ہے کہ میں بریلی شریف میں در مرشد پر حاضر تھا، میری کم عمری کا زمانہ تھا، بریلی شریف کی نقوش والی انگوٹھیوں کے بارے میں سن رکھا تھا، حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ۶ رجب کو جو انگوٹھی بنتی تھی اس کے نقوش پر دم فرماتے تھے، جب میں نے حضرت کی انگوٹھی کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آپ عقیق کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہیں، دل میں خیال آیا کہ ’’جو انگوٹھی حضرت پہنے ہوئے ہیں وہ کتنی پاورفل، بااثر اور باکرامت ہوگی، اس میں کتنی خوبیاں اور کمالات ہوں گے۔‘‘ لہٰذا میں دل ہی دل میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش! حضرت کی یہ انگوٹھی مجھے مل جاتی۔ اس بات کو برسوں بیت گئے، مولانا عبدالحمید افریقی جو میرے پیر بھائی ہیں، بریلی شریف میں پڑھتے تھے، انہوں نے سرکار مفتیٔ اعظم کی بڑی خدمت کی تھی، وہ بریلی شریف سے جب اپنے وطن ساؤتھ افریقہ جانے لگے، میں ان سے ملاقات کرنے ان کے پاس پہنچا تو وہ اس وقت اپنا سامان تیار کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مفتیٔ اعظم کی وہ انگوٹھی جسے پانے کی تمنا میرے دل میں تھی وہ ان کے پاس ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت کو ایک انگوٹھی پیش کی اور حضرت کی پہنی ہوئی انگوٹھی تبرّکاً میں نے لے لی، یہ کہہ کر انہوں نے میری طرف انگوٹھی بڑھا دی، کچھ دیر تک عبدالحمید بھائی کی اجازت سے اس کو اپنی انگلیوں میں پہنا اور پھر ان کو ان کی چیز واپس کر دی، میں نے خیال کیا کہ جو برسوں پہلے خواہش میرے دل میں تھی کہ حضرت کی مبارک انگوٹھی کاش مجھے پہننے کو مل جائے، میری یہ تمنا حضرت نے آج پوری فرما دی۔

وہی خوشبو، وہی ذائقہ

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ کا بیان ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم کسی کام سے علی گڑھ تشریف لے گئے، حضرت سید سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور حضرت مفتیٔ اعظم کے قریبی دوست بھی تھے، حضرت ان کے لئے تحفہ میں بریلی

بدایوں کے مشہور پیڑوں کا ڈبہ لے گئے، جب حضرت نے ملاقات کے وقت سید سلیمان اشرف صاحب کو پیڑوں کا ڈبہ پیش کیا تو اس وقت کچھ دیگر افراد بھی موجود تھے جن میں ایک دیہاتی بھی تھا، اس نے جب حضرت کو پیڑوں کا ڈبہ دیتے ہوئے دیکھا تو وہ بولا ’’بریلی بدایوں کے پیڑوں میں سونٹھ جلد لگ جاتی ہے۔‘‘ یعنی یہ جلدی خراب ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تحفہ دینے والے کے سامنے اگر کوئی تحفہ کی برائی کرے گا تو رنج ہوگا، یہ دیکھ کر حضرت سید صاحب نے فوراً اس دیہاتی کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ اعلیٰ حضرت کے شہزادے ہیں، بہت بڑے عالم متقی اور پرہیزگار ہیں۔ پھر بعد میں کسی خیال سے حضرت سید صاحب نے دو تین پیڑے اپنے وظیفوں کی سندوقچی میں رکھ لئے اور دن تاریخ لکھ کر محفوظ کرلیا، پھر ٹھیک ایک سال بعد حضرت سید سلیمان صاحب نے حضرت مفتیٔ اعظم کو خط بھیجا، جس میں یہ لکھا تھا ’’میں نے آپ کے لائے ہوئے میں سے کچھ پیڑے محفوظ کر لئے تھے اور ایک سال بعد کسی ضرورت کے تحت سندوقچی کو کھول کر دیکھنا ہوا، تو میں نے دیکھا کہ جو پیڑے آپ تحفہ میں لائے تھے وہ ویسے ہی رکھے ہوئے ہیں، میں نے اسے کھا کر دیکھا تو اس میں وہی خوشبو، وہی ذائقہ اور وہی مزا تھا۔ حضرت مفتیٔ اعظم کی برکت سے ان پیڑوں میں کوئی خرابی نہیں ہوئی، وہ ایک سال بعد بھی ویسے ہی رہے۔

دلوں کے خطرات پر آگاہی

میرے والد حضرت سلیم رضا صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم بریلی میں محلہ پرانے شہر کسی کی دعوت میں تشریف لے جا رہے تھے، کچھ طلبہ اور بمبئی کے بعض احباب بھی ساتھ ہو گئے، حضرت محبوب بھائی کی سائیکل رکشا میں تشریف فرما ہوئے، بمبئی والوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور محبوب بھائی سے کہا: آپ صرف ہنڈل پکڑے رہنا تیز پینڈل نہ چلانا، آہستہ چلانا، ہم لوگ پیچھے پیچھے پیدل چلیں گے۔ ہم پانچ لوگ تھے، جب سوداگران محلہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت کو جو دیکھتا وہ سلام کرتا، کافر بھی جھک کر آداب کرتے، جس کے سر پر ٹوپی نہیں ہوتی وہ ٹوپی پہنتا، کوئی گلے کے بٹن لگاتا، جگہ جگہ لوگ حضرت کا استقبال

کرتے اور حضرت کو دیکھ کر لوگوں کے چہرے کھل جاتے، ہم لوگوں نے اندازہ کیا کہ حضرت کی اپنے شہر میں بھی بڑی عزت ہے، مسلمان تو مسلمان کفار بھی حضرت کے سامنے بہت ادب واحترام سے پیش آتے ہیں، اسی بیچ میں ایک طالب علم نے حضرت سے وظیفہ پوچھا تو حضرت نے ان کو وظیفہ ارشاد فرمادیا، پھر کسی دوسرے صاحب نے پوچھا، حضرت نے ان کو بھی کوئی وظیفہ تعلیم فرمایا۔ یہ دیکھ کر میں نے بھی عرض کیا: حضور کوئی وظیفہ تعلیم فرمادیں، حضرت نے فرمایا لاحول شریف کی کثرت کرو۔ مجھے اپنی کم علمی اور کم عمری کی وجہ سے یہ خیال آیا کہ دوسروں کو تو حضرت نے اور وظائف بتائے اور مجھے لاحول شریف بتایا، پھر تھوڑی دیر کے بعد مجھے یہ خیال آیا کہ میں دوبارہ پوچھوں تو شاید حضرت کچھ اور بتادیں؟

پھر میں نے عرض کیا: حضور کوئی وظیفہ تعلیم فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا: لاحول شریف کی کثرت کرو، اب مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ حضرت نے صرف مجھے یہ بتایا ہے اور دوسروں کو کچھ اور بتایا ہے، اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت نے میری طرف پلٹ کر خود کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ فقیر بھی لاحول کثرت سے پڑھتا ہے۔ یہ سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا کہ میرے دل کی بات حضرت پر روشن ہے اور حضرت نے مجھ پر ظاہر فرمادی، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تلقین فرمائی کہ میں نے تمہیں وہ وظیفہ بتایا ہے جو میں خود پڑھتا ہوں۔

دعا کی برکت سے ایمان مل گیا

سرکار اعلیٰ حضرت کے نواسے اور حضور مفتیٔ اعظمِ ہند علیہ الرحمہ کے بھانجے حضرت سعید میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت پیلی بھیت میں سعید میاں صاحب کے رشتہ دار کے یہاں تشریف فرما تھے، ایک نومسلم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: حضور! میری ماں کافرہ ہے، مجھے اس کی بڑی فکر رہتی ہے کہ وہ اگر حالت کفر میں مر گئی تو دوزخ میں ہمیشہ رہے گی، میرے سمجھانے سے وہ نہیں مانتی ہے اور ایمان نہیں لاتی ہے۔ اگر آپ دعا فرمادیں تو وہ ایمان لے آئے۔ حضرت نے اس نومسلم کی بات سن کر تمام حاضرین سے فرمایا: ہم سب مل کر ان کی والدہ کے لیے دعا کرتے ہیں کہ وہ بھی ایمان لے آئے۔ حضرت نے اس

کی والدہ کے قبولِ ایمان کے لیے دعا فرمائی، حاضرین نے آمین کہا، حضرت کی دعا کی برکت سے اس کی ماں ایمان لے آئی۔ پھر سال دو سال بعد سعید میاں صاحب کی ملاقات اس نومسلم سے ہوئی، اس نے کہا کہ مجھے خوب یاد ہے کہ جب حضرت مفتیٔ اعظم نے میری والدہ کے ایمان کی دعا فرمائی تھی اس وقت آپ بھی موجود تھے، پھر بڑے افسوس کے ساتھ ان صاحب نے کہا: ''نا جانے کیوں مجھے اس وقت اپنے باپ کا خیال نہیں آیا اور میرا باپ پچھلے دنوں کفر پر مر گیا، اگر اس دن مجھے میرا باپ یاد آجاتا اور حضرت اس کے لیے بھی دعا فرمادیتے تو میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اس کو بھی ایمان کی نعمت مل جاتی''۔

ایک بڑا حادثہ ٹل گیا

نبیرۂ اعلیٰ حضرت قمر ملت علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ حضرت کے گھر میں کئی لوگ حاضر تھے، کمرے کے ایک گوشہ میں دو افراد بیٹھے ہوئے تھے، ان کو حضرت نے دوسری جگہ بیٹھنے کا حکم فرمایا، حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد ایک حادثہ پیش آیا کہ کمرے کا چلتا ہوا پنکھا ٹوٹ کر گر پڑا، حیرت کی بات یہ بھی تھی کہ جہاں پنکھا گرا تھا وہ جگہ پنکھے سے کافی فاصلے پر تھی، اگر یہ پنکھا بالکل نیچے گرتا تو بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچاتا، اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ وہ پنکھا اس جگہ گرا جہاں پہلے وہ ہی دونوں شخص بیٹھے ہوئے تھے جنھیں حضرت نے دوسری جگہ بیٹھنے کا حکم فرمایا تھا۔ لیکن اب وہاں کوئی نہیں تھا اس لیے اس حادثہ میں کسی کو کوئی چوٹ نہیں لگی۔ یہ حضرت کی ایک روشن کرامت تھی۔

تاج الشریعہ کی طرف سے پیسے عطا فرمائے

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ ناگپور میں ایک مدرسے کا چندہ ہو رہا تھا، میں نے اپنا روپیہ بکس میں رکھ دیا تھا، اب سوچا اس وقت روپے ہوتے تو میں بھی اس میں حصہ لیتا۔ ابھی یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت نے اپنی جیب سے دو سو روپیہ نکال کر دیا اور فرمایا یہ اختر میاں کی طرف سے ہیں۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ حضرت کو بذریعۂ کشف میرا خیال معلوم ہو گیا۔

پانچواں باب

اخلاقیات

نیک سیرت، حسن اخلاق، اچھے کردار، مہمان نوازی، غریب پروری، بڑوں کی وقعت، چھوٹوں پر شفقت، عوام کی خیر خواہی، مخلوق خدا کی پریشانی کو دور کرنا اور ان کی بھلائی کی فکر، اہل خانہ اور متعلقین سے نرمی سے پیش آنا، ان کی طرف سے آنے والی تکلیفوں کو خوش مزاجی سے برداشت کرنا، حسن معاملات، کنجوسی سے بچنا، سخاوت کرنا، خود غرضی، بات چیت میں سختی سے پرہیز کرنا، قطع تعلق سے بچنا، لوگوں سے محبت کرنا، صلہ رحمی کرنا، رشتہ داروں اور متعلقین کے حقوق کو ادا کرنا یہ تمام چیزیں کسی بھی انسان کے اندر ہوں، اس کی زندگی کو نکھارتی ہیں اور مومن میں ہوں تو اس کے ایمان کے کمال کا سبب ہیں۔ کیوں کہ یہ تمام چیزیں سنت سے ثابت ہیں جسے بندۂ مومن سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمجھ کر کرتا ہے۔ فرمان رسول ہے: إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا۔ (بخاری) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ دوسری جگہ فرمایا: إِنَّ أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ۔ ترجمہ: بے شک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ حسنِ اخلاق والا اور اپنے اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔ (مسند احمد)

احادیث کی روشنی میں سیرت مفتیٔ اعظم کی چند جھلکیاں پیش ہیں جن سے کمال ایمان، حسنِ اخلاق اور اہل خانہ پر محبت وشفقت کے خوبصورت مناظر نظر آتے ہیں۔

علالت میں بیٹی کا خیال

شہزادیِ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ علیہا الرحمہ کا بیان ہے: کوٹہ میں حضرت کو زہر دیا گیا تھا، جس کے سبب وہاں سے بریلی کا سفر کافی تکلیف دہ رہا، گھر پہلے سے اطلاع آ گئی تھی، سبھی

لوگ پریشان تھے، زہر کے اثر سے حضرت کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے، ہاتھوں میں کپکپاہٹ تھی، کسی کو پہچان نہیں پا رہے تھے، گھر آنے کے بعد جب باجی صاحبہ حضرت کا پیر دبانے بیٹھیں، کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ حضرت نے باجی صاحبہ سے فرمایا: ''جاؤ، جا کر آرام کرو'' وہ سمجھیں کہ شاید حضرت پہچان نہیں رہے ہیں، تو آپ نے عرض کیا: ''میں آپ کی بیٹی حاجرہ فاطمہ ہوں'' تو فرمایا: ''ہاں! بیٹی ہو لیکن انسان بھی تو ہو اور انسان تھک جاتا ہے، جاؤ! آرام کرو''۔

بے مثال مہمان نوازی

انہی کا بیان ہے کہ حضرت کو زندگی میں دو مرتبہ زہر دیا گیا، حضرت کے چچا حضرت علامہ محمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ اس وقت حیات تھے جو آپ کے سسر بھی تھے، پہلے جب زہر دیا گیا تب حضرت کا علاج ہوا، کمزوری بڑھی ہوئی تھی، حضرت کی مزاج پرسی، مسائل دریافت کرنے اور تعویذات کے لیے ہجوم گھر پر جمع رہتا، ایسے حالات میں حضرت کو آرام نہیں مل پاتا تھا، احباب نے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ شہر کی وجہ سے ہجوم زیادہ ہو جاتا ہے، لہٰذا حضرت کی طبیعت کے پیش نظر آرام کی ضرورت ہے تو آپ کو شہر کے بجائے کرتولی گاؤں لے جایا جائے۔ باجی صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس وقت میں وہیں کرتولی میں تھی، کچھ علما اور مریدین حضرات جن کی تعداد اٹھارہ تھی، وہ بریلی شریف حضرت سے ملاقات کے لیے پہنچے، وہاں بریلی کے گھر میں حضرت کی اہلیہ محترمہ تھیں، ان لوگوں کو خبر کی گئی کہ حضرت کرتولی گاؤں میں ہیں، ان لوگوں نے جانے کا ارادہ کیا تو ہر چند ان سے کہا گیا کہ بارش کے دن ہیں اور پُل ٹوٹا ہوا ہے، راستے میں کیچڑ اور دلدل ہوگی آپ لوگوں کو وہاں جانے میں بہت دشواری ہوگی، لیکن وہ لوگ نہیں مانے اور بضد ہوئے کہ ہم لوگ حضرت کی طبیعت معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں، کسی بھی طرح وہاں پہنچ جائیں گے۔

جب وہ اٹھارہ لوگ کرتولی گاؤں پہنچے، دن کے تین بج رہے تھے، حضرت پر زہر کا اثر تھا، کمزوری بھی بڑھی ہوئی تھے، باجی صاحبہ نے حضرت کو خبر کی کہ آپ سے ملنے اتنے لوگ

آئے ہیں، اس پر حضرت نے ان سے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ کہ ان کے کھانے کے لیے اس وقت کیا ہو سکتا ہے؟ چوں کہ کرتولی ایک دیہات ہے اور دیہات میں لوگ جلدی کھانا کھا لیتے ہیں، نوکر بھی کام کر کے جا چکے تھے، اتنے لوگوں کا کھانا فوراً تیار کرنا مشکل تھا، تو باجی صاحبہ نے کہا کہ میں ان لوگوں کے لیے کھچڑی اور اچار کر دیتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا: ٹھیک ہے کھچڑی اور اچار کر دو، لیکن حضرت کو اطمینان نہ ہوا، جلدی جلدی کھانا تیار کر کے مہمانوں کے لیے پیش کیا گیا، حضرت ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، وہ لوگ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، حضرت نے جب دیکھا کے مہمانوں کے سامنے صرف کھچڑی اور اچار ہے تو حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میرے والد اعلیٰ حضرت کے باغات ہیں، آپ لوگ اس کے آم کھائیں گے؟ ان لوگوں نے کہا: جی! ضرور کھائیں گے، لیکن باغ میں جا کر اور آپ بھی ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضرت ان مہمانوں کی خاطر راضی ہو گئے، بیل گاڑیوں کا انتظام کیا گیا، تو باجی صاحبہ کو یہ بات بہت ناگوار گزری کہ میرے والد کی طبیعت کا ذرا بھی خیال نہیں، خود بھی تو باغات میں جا کر آم کھا سکتے تھے، لیکن ان لوگوں کا دل رکھنے کے لیے اور چونکہ کھانے میں صرف کھچڑی اور اچار تھا اس لیے حضرت اس علالت میں بھی ان کے ساتھ باغ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر انہیں آم کھلوائے۔ پھر رات میں باجی صاحبہ نے ان مہمانوں کے لیے سبزی اور پوری وغیرہ دیگر اشیا کا اہتمام کیا۔

یہ حضور مفتیِ اعظم کی مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ ان کے اعلیٰ اخلاق کا ایک نمونہ ہے، ورنہ آج مہمانوں کا اتنا خیال کس کو رہتا ہے؟ وہ بھی جب کہ مہمان بن بلائے ہوں اور صاحب خانہ زہر جیسے مہلک شے کے اثرات کے سبب بیمار ہوں۔

غریبوں سے حسن خلق

نبیرۂ استاذ زمن حبیب ملت علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ عرس رضوی کے دن تھے، حضرت کی عادت کریمہ یہ تھی کہ تمام مہمانوں کے کھانے کے بعد آپ کھانا تناول فرماتے اور بار بار

دریافت فرماتے کہ مہمانوں نے کھانا کھا لیا؟ مہمانوں نے کھانا کھالیا؟ ۲۵ صفر عرس اعلیٰ حضرت والے دن شام پانچ بجے حضرت اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے، حضرت کو اطمینان دلایا گیا کہ سارے مہمانوں نے کھانا کھا لیا ہے، آپ بھی کھانا تناول فرمالیں۔ حضرت کھانے کے لئے راضی ہو گئے، آپ کے داماد لاڈلے میاں صاحب ایک پیالہ شوربا اور روٹی لے آئے، اتنے میں حضرت نے دیکھا کہ بیٹھک کے دروازے کے پاس ایک غریب آدمی میلا کچیلا کپڑا پہنے کھڑا ہے، بال بکھرے ہیں، ناخن بڑھے ہوئے ہیں، اس کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ہفتوں سے یہ نہایا بھی نہیں ہوگا۔ حضرت نے ان صاحب سے پوچھا ”کیا آپ نے کھانا کھالیا ہے؟“ انہوں نے کہا: ”جی نہیں! میں نے نہیں کھایا ہے“۔

حضرت نے احباب سے ان صاحب کے ہاتھوں کو دھلانے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانے کا حکم فرمایا۔ ان صاحب کی ایسی حالت دیکھ کر لوگوں نے چاہا کہ انہیں الگ برتن میں کھانا دے دیا جائے، حضرت نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، جو کھانا حضرت کو پیش کیا گیا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”کیا میں اتنا کھانا کھاؤں گا؟“ پھر آپ نے اس غریب کو اپنے ہی ساتھ اسی پیالے میں کھلایا جس میں آپ نے خود کھایا۔ کھاتے وقت حضرت کا ہاتھ پیالے میں پہلے جاتا پھر ان صاحب کا ہاتھ جاتا اور حضرت کو کسی طرح کی ناگواری نہ ہوتی، کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ صاحب کون تھے، پر وہ بہت خوش ہو کر گئے۔ حضرت نے اپنے اس عمل سے بتایا کہ کیسا ہی کوئی غریب ہو، کیسے ہی حالت میں ہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے اور مہمان مہمان ہوتا ہے۔

چھوٹوں پر شفقت

نبیرۂ اعلیٰ حضرت نواسۂ حضور مفتیِ اعظم حضرت منانی میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت بچوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے، آپ اپنے پیالے میں جب کھانا کھاتے اور میں حاضر ہوتا تو آپ مجھ سے فرماتے کہ منانی! تم بھی میرے ساتھ کھالو اور اپنے ساتھ اپنے پیالے

میں کھانا کھلاتے، میں جتنی دیر میں اپنا نوالہ بناتا، حضرت اپنا ہاتھ روکے رکھتے کہ بچہ کھانا کھا رہا ہے، اس کو کھانا کھانے دیا جائے۔

استاذ کے ساتھ حسن اخلاق

شہزادیِ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ علیہا الرحمہ کا بیان ہے کہ حضرت کے استاذ حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بہت عمر رسیدہ بزرگ تھے، ان کی بیوی اور بچوں کا جب انتقال ہو گیا اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ رہا تو حضور مفتیٔ اعظم نے اپنے مکان میں انہیں رکھ لیا، ان کے کھانے پینے کا اہتمام بھی حضرت کی طرف سے ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت کے گھر کوئی تقریب تھی جس کی وجہ سے کھانا مکان کی چھت پر تھا، کھانے کے لیے حضرت کے بزرگ استاذ صاحب کو زینہ چڑھ کر چھت پر جانا ہوا۔ حضرت نے جب دیکھا کہ ان کے استاذ صاحب کو اِس ضعیفی میں کھانے کے لیے چھت پر چڑھنا پڑا تو آپ کو سخت ناگوار گزرا، حضرت بہت ناراض ہوئے، گھر والے بتاتے ہیں اس قدر ناراض ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسا ناراض ہوتے نہیں دیکھا، آپ نے جلال میں فرمایا: ”اتنے بڑے عالم ہیں، بزرگ ہیں، اتنے ضعیف ہیں، میرے استاذ ہیں، ان کو کھانے کے لیے چھت پر جانا پڑا“، افسوس کرتے ہوئے بار بار فرماتے: ”افسوس تم لوگوں نے خیال نہیں رکھا، افسوس کہ تم لوگوں نے خیال نہیں رکھا۔ آئندہ کبھی نہ ہو“۔

گھر والوں نے آپ سے معافی چاہی اور آپ کو اطمینان دلایا کہ آئندہ ایسی کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔ پھر جب حضرت کے استاذ حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب کو پتا چلا کہ حضرت مفتیٔ اعظم کو بہت افسوس ہے ان کے چھت پر جانے سے اور جلال میں ہیں تو آپ نے حضرت سے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، ایسا کبھی ہو جاتا ہے۔ تب جا کر حضرت کا جلال کم ہوا اور آپ گھر والوں سے راضی ہوئے۔ حضرت اپنے استاذ کا بڑا احترام کرتے تھے، اسلئے آپ کو اپنے بزرگ استاذ کا چھت پر کھانے کے لیے زحمت گوارا کرنا پسند نہ آیا۔

جانوروں کا خیال

حضرت حبیب میاں علیہ الرحمہ کا بیان ہے: حضرت مفتیٔ اعظم اپنی بیٹھک میں صبح سے تشریف لے آتے، وہیں دار الافتا بھی تھا، میں بھی حاضر ہوتا اور خطوط کے جوابات لکھتا، حضرت وہیں پر لوگوں سے ملاقات کرتے اور خطوط کے جوابات بھی سنتے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ چند روز سے حضرت بیٹھک میں تشریف رکھتے ہیں، پھر تھوڑی دیر میں برابر کے زینے سے چھت پر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ خلاف معمول بات دیکھ کر حبیب میاں صاحب کو حیرت ہوئی کہ آج تک کبھی ایسا نہ ہوا کہ حضرت بیٹھک میں تشریف لا کر پھر چھت پر تشریف لے جائیں۔ وہ بھی حضرت کے پیچھے پیچھے ہو لیے کہ آخر کیا بات ہے کہ حضرت کچھ دنوں سے روزانہ بیٹھک میں آ کر چھت پر تشریف لے جاتے ہیں، حضرت نے جب پلٹ کر حبیب میاں صاحب کو دیکھا تو ان سے چھت پر آنے کی وجہ بیان کی اور ارشاد فرمایا: کیا کروں کبوتری انڈوں پر بیٹھ گئی ہے، کہیں بلی نقصان نہ پہنچا دے، تو اس کی خیریت لینے چھت پر آ جاتا ہوں۔

غریب کا دل رکھنا

انہی کا بیان ہے کہ حضرت رائے پور، کانکیر، دھمتری وغیرہ کے سفر پر تھے۔ کیشکال بھی تشریف لے گئے، وہاں ایک کمیٹی کے صدر صاحب تھے، جو غریب آدمی تھے، انہوں نے حضرت کی دعوت رکھنی چاہی، احباب نے ان سے کہا کہ حضرت کے ساتھ آٹھ دس لوگ ہوتے ہیں، آپ ان کی دعوت کا انتظام نہیں کر پاؤ گے۔ وہ بضد ہوئے کہ حضرت پہلی مرتبہ ہمارے علاقہ میں تشریف لائے ہیں اور میں کمیٹی کا صدر ہوں، میں انتظام کرلوں گا۔ منظوری ملنے کے بعد انہوں نے حضرت کی دعوت کا اہتمام کیا۔ کیشکال کے احباب نے ان سے پوچھا کہ حضرت اپنے یہاں پہلی بار تشریف لا رہے ہیں، کھانے میں تم نے کیا رکھا ہے؟ کیا اہتمام کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا دال، روٹی سبزی وغیرہ تیار کی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی منع کر رہے تھے، تم ساتھ میں گوشت یا مچھلی بھی کرلو۔ انہوں نے کہا کہ اس کا انتظام نہیں ہو پائے گا۔ تو

ان لوگوں نے کہا کہ اس کے ساتھ انڈے آلو کا سالن ہی کر لیتے، حضرت کیا دعوت میں صرف دال سبزی کھائیں گے؟ احباب کے اصرار پر اس غریب نے انڈے آلو کے سالن کا بھی اہتمام کیا۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت اس غریب کے گھر تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ بشمول حبیب میاں صاحب چند احباب تھے، دستر خوان پر کھانا لگایا گیا، لوگوں نے جب کھانا شروع کیا تو اندازہ کیا کہ کھانا بڑا بے مزا تھا، لیکن حضرت بڑی رغبت سے کھاتے رہے۔ کیشکال کے جو لوگ موجود تھے انہوں نے اصرار کیا کہ حضور انڈے آلو کا سالن بھی ہے، انڈے آلو کا سالن بھی ہے۔ حضرت نے ایک نظر ان لوگوں کی طرف دیکھا اور سالن میں سے کچھ نہ لیا۔ جب صاحب خانہ نے اصرار کیا تو ان کے کہنے سے تھوڑا سا شوربا لے کر کھالیا۔ کھانا چونکہ بے مزا تھا، لوگوں نے جیسے تیسے اس کو کھایا، لیکن حضرت نے کھانے کے بعد دعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا: اللہ کا شکر ہے، جتنا میں اپنے گھر کھانا کھاتا ہوں اتنا ہی میں نے یہاں کھایا، جو کھانا جبرً ا بنوایا گیا تھا اس سے آپ نے اجتناب کیا، بے مزا کھانا اس غریب کا دل رکھنے کے خیال سے بڑی رغبت سے کھایا اور اس کا دل رکھنے کے لیے فرمایا کہ جتنا میں اپنے گھر کھانا کھاتا ہوں اتنا ہی میں نے یہاں کھایا۔

نواسی کی فرمائش پوری کرنا

میری والدہ نواسیٔ حضور مفتیٔ اعظم مرحومہ نکہت فاطمہ کا بیان ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم اجمیر شریف کے سفر پر تشریف لے جانے والے تھے، حضرت کی مریدہ عورتیں جب جے پور سے آتی تھیں تو وہ چندری والے دوپٹے اوڑھے ہوتی تھیں جو ہم بچوں کو بہت پسند آتے تھے۔ جب مجھے حضرت کے سفر کے متعلق خبر ہوئی تو میں نے حضرت سے ڈرتے ڈرتے دروازے کی آڑ سے کہا کہ ”جے پور کے دوپٹے اچھے ہوتے ہیں، دوپٹے لے آئیے گا“ اس وقت راقم کی والدہ کی عمر کچھ گیارہ، بارہ سال رہی ہوگی۔ یوں تو حضرت بچوں کو ڈانٹتے ڈپٹتے نہ

تھے، بچوں پر حضرت کا ایک رعب تھا اس لئے ڈرتے ڈرتے ہمت کر کے دروازے کے پیچھے سے آپ کی نواسی نے دوپٹے کی فرمائش کی، پھر جب حضرت جے پور سے واپس تشریف لائے تو تمام نواسیوں کے لئے جے پور کے دوپٹے لائے اور میری والدہ سے فرمایا: تم ہی نے منگوائے تھے اس لئے سب کے لیے ایک اور تمہارے لیے دو دو پٹے ہیں۔

عید کی خوشیاں بچوں کے ساتھ بانٹنا

انہی کا بیان ہے کہ عید کے دن حضرت کے حکم پر دو گاڑیوں کا انتظام کیا گیا، حضرت اپنے ساتھ اپنے چھوٹے نواسے نواسیوں کو گاڑی میں بٹھا کر عیدگاہ لے گئے، نماز کے وقت بچوں کو گاڑی میں ہی رکھا گیا، نماز عید کے بعد جب حضرت تشریف لائے تو جگہ جگہ لوگوں سے مصافحہ کے لیے رکنا ہوتا، کوئی شیرنی تو کوئی مٹھائی لاتا، کہیں چائے ناشتہ ہوتا، حضرت مسکراتے رہتے اور لوگوں سے فرماتے: بچے میرے ساتھ ہیں، بچے میرے ساتھ ہیں۔ عید والا دن حضرت نے زیادہ وقت بچوں کے ساتھ گزارا۔

بیٹی کی دل جوئی کرنا

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ علیہا الرحمہ کا بیان ہے کہ دوپہر کا وقت تھا، حضرت آرام فرما رہے تھے، باجی صاحبہ کی عمر اس وقت آٹھ نو سال کی تھی، آپ اپنے والد حضور مفتیٔ اعظم کو پنکھا جھل رہیں تھیں، ان دنوں پنکھے کی رسی ہوتی تھی جس کو پیر کے انگوٹے میں پھنسا کر اسے جھلا جاتا تھا، اس وقت باجی صاحبہ کی ایک بہن ٹین کے ڈبوں سے کھیل رہیں تھی کہ کچھ ڈبے تیز آواز کرتے ہوئے زمین پر گرے، جس کی وجہ سے حضرت کی نیند ٹوٹ گئی۔ باجی صاحبہ کی بہن والد کے ڈر سے کہیں چھپ گئیں، حضرت کی آنکھ کھلی اور قریب بیٹھی باجی صاحبہ کو دیکھا تو آپ پر جلال فرمایا، پھر بعد میں آپ کی اہلیہ نے بتایا کہ حاجرہ تو پنکھا جھل رہی تھی۔ آپ نے باجی صاحبہ کو بلایا، ان کی دل جوئی فرمائی اور انہیں کچھ پیسے بھی عنایت فرمائے۔

بیمار نواسی کی عیادت

میری والدہ نواسیٔ حضور مفتیٔ اعظم مرحومہ نکہت فاطمہ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا بیان کرتی ہیں کہ بچپن میں مجھے ایسا تیز بخار آیا جس کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی۔ گھر والے گھبرا گئے اور مجھے ہسپتال میں بھرتی کر دیا۔ حضرت سفر سے تشریف لائے اور جب آپ کو بتایا گیا کہ میری طبیعت خراب ہے اور زبان سے کچھ بولا نہیں جا رہا ہے تو حضرت عیادت کے لیے ہسپتال تشریف لائے، بڑی شفقت سے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر دم کیا اور بڑی محبت سے فرماتے کہ ''بیٹی! اللہ بول، اللہ بول''۔ اس کی برکت سے میری زبان کھول گئی۔

دوسرے مریضوں پر بھی دم فرمانا

انہی کا بیان ہے کہ جب حضرت میری عیادت کے لیے ہسپتال تشریف لائے تو وہاں آپ سے دم کروانے کے لیے مریضوں کی بھیڑ لگ گئی، جن میں مسلمان اور کافر سبھی تھے۔ کوئی کہتا میرے سر پر پھونک دیجیے تو کوئی گردن پر پھنکواتا، تو کوئی پیٹ پر۔ آپ جتنا میرا خیال فرماتے، دوسرے غریب مریضوں کا بھی فرماتے، ان پر بھی دیر تک پڑھتے، مریضوں کی صحتیابی کی دعا فرماتے۔

نانا کا کمالِ شفقت

انہی کا بیان ہے کہ جب میری طبیعت بہتر ہوگئی اور میں ہسپتال سے گھر آگئی اور حضرت میرے پاس تشریف لاتے تو میں آپ کو دیکھ کر اُٹھ بیٹھتی۔ حضرت خود میرے پیچھے تکیہ لگاتے اور فرماتے: نہیں، لیٹی رہو کہ ابھی تمہاری کمزوری نہیں گئی۔

بچوں سے برتاؤ

انہی کا بیان ہے کہ حضرت کرتولی گاؤں میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت سے ملنے بیس مہمان حاضر آئے، بڑی بہن نے کھانے وغیرہ کا معقول انتظام کیا جس پر حضرت نے انہیں خوش ہو کر پچاس روپیہ بطور انعام عطا فرمائے۔ اس وقت میں حاضر تھی اور میری عمر بہت کم

تھی، حضرت نے بڑی بہن کو پیسے دیے اور باہر تشریف لے گئے، پھر فوراً پلٹ کر واپس آئے، مجھ کو بیس روپیہ عطا کیے اور فرمایا کہ تم کہو گی کہ بڑی کو دیے اور مجھے نہیں دیے۔

اعلیٰ حضرت کے خلفا کے ساتھ حسن سلوک

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ کا بیان ہے کہ ہم نے بچپن سے دیکھا کہ حضور مفتیٔ اعظم علما کی بڑی عزت فرماتے، آپ سرکار اعلیٰ حضرت کے خلفا کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے تھے اور اپنی مسند چھوڑ دیتے تھے۔ خصوصاً حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مولانا امجد علی صاحب وغیرہ جب تشریف لاتے۔ وہ حضرات ہر چند اصرار بھی کرتے کہ آپ اپنی مسند پر تشریف رکھیں، تو حضرت مسند سے کچھ ہٹ کر تشریف رکھتے، ان کے سامنے مسند پر نہ بیٹھتے۔

والدہ کا ادب

ماں ایک اعلیٰ نعمت ہے، تو اس کے قدموں تلے جنت ہے۔ اولاد پر احسانِ مادر کا قرآن شاہد ہے، اس کا حق مرد پر سب سے زائد ہے۔ اس کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے تو فرض اس کی اطاعت ہے۔ کسی کو ماں کی خدمت سے ولایت مل گئی، تو ماں کی خدمت کی برکت سے کسی کی مصیبت ٹل گئی۔ تعظیمِ والدہ میں بزرگوں کے بہت سے طریقے رہے ہیں جیسے والدہ سے پہلے کھانا نہ کھانا، ماں کے پانی مانگنے پر شب بھر پانی کا کٹورا لیے کھڑا رہنا، ان سے آگے نہ چلنا، ان کے بیٹھنے سے پہلے نہ بیٹھنا، دھول لگنے کے ڈر سے ماں کے سامنے کپڑے نہ جھاڑنا وغیرہ۔ اسی طرح کی تعظیم کا طریقہ حضور مفتیٔ اعظم کی سیرت طیبہ میں بھی ملتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

انھی کا بیان ہے کہ میں گرمی کے دنوں میں کھانے کے بعد حضرت کا اور اپنی دادی کا پلنگ بچھاتی اور دونوں پلنگوں کو برابر برابر رکھتی، پھر دونوں کے آرام کرنے کے وقت انہیں پنکھا جھلتی تھی۔ جب حضرت تشریف لاتے تو اپنے پلنگ کو کچھ نیچے کر دیتے۔ میں نے جب یہ دیکھا تو مجھے لگا کہ شاید زمین ہموار نہیں ہے یا کچھ اور بات ہے۔ پر جب دوسرے دن بھی میں نے دونوں پلنگوں کو برابر بچھایا تو آپ نے اپنا پلنگ پھر سے کچھ نیچے کر دیا۔ میں سمجھ گئی کہ یہ

آپ اپنی والدہ کے ادب میں کرتے ہیں کہ آپ کا پلنگ والدہ کے پلنگ سے نیچے رہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جب تک آپ کی والدہ پلنگ پر نہ لیٹتیں اور آرام نہ فرماتیں، آپ بھی نہ لیٹتے بلکہ کمرے میں ٹہلتے یا پھر کھڑے رہتے اور ان کے لیٹنے کا انتظار کرتے کہ پہلے والدہ لیٹ جائیں پھر آپ لیٹیں۔

بیوہ بیٹی کے یتیم بچوں کا خیال

حضرت مفتیٔ اعظم کی دو صاحبزادیاں چھ مہینوں کے فرق سے بیوہ ہوگئی تھیں، ایک داماد حضرت کے حقیقی بھتیجے تو دوسرے حقیقی بھانجے تھے۔ ایک صاحب زادی جن کے شوہر حضرت کے حقیقی بھتیجے تھے ان کے بچے بڑے تھے اور دوسری صاحبزادی جن کے شوہر حقیقی بھانجے تھے ان کے بچے بہت چھوٹے تھے۔ حضرت کو اپنے دونوں صاحبزادیوں کے بیوہ ہونے کی تکلیف تھی، پر جن صاحبزادی کے بچے چھوٹے تھے ان کی فکر زیادہ تھی بوجہ ان کی کم سنی اور یتیمی کے۔ کسی کی عمر پانچ یا تین سال تھی، تو کسی کی عمر ڈیڑھ سال تھی۔ بہت چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو گئے تھے۔ شرع شریف میں یتیم وہ نابالغ بچہ ہے جس کا والد فوت ہو جائے لڑکا ہو یا لڑکی۔ یتیم کی پرورش کرنے والے کو سرکار ﷺ نے جنت میں اپنے قریب ہونے کی بشارت بھی دی ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم ان یتیم بچوں کا بہت خیال فرماتے تھے جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے صاف ظاہر ہے۔ انہی کا بیان ہے کہ میرے بچے چھوٹے تھے اور ہم گاؤں میں رہتے تھے۔ حضرت خود بازار تشریف لے گئے، ایک بھینس خریدی، نوکر کے ساتھ لا کر اس کو گھر پر باندھ دیا اور مجھ سے (باجی صاحبہ سے) فرمایا کہ بچوں کے دودھ کا مجھے خیال تھا، اب بچوں کے دودھ کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ حضرت اپنی لائی ہوئی گائے کو خود چارہ کھلانا پسند فرماتے، بچوں کے لیے گاؤں کا گھر بنوایا بلکہ مزدوروں سے اینٹوں کا بھٹا خود کھڑے رہ کر لگوایا اور شیشم کی لکڑی کی چھتیں ڈلوائیں۔ آپ مزدوروں سے فرماتے: میں بوڑھا ہوگیا ہوں، کب تک بیٹھا رہوں گا، خوب مضبوط گھر بناؤ بچوں کے لیے۔ بہت اچھا اور اونچا گھر بنوایا کہ سات سیڑھیاں

چڑھنے کے بعد گھر کا دروازہ تھا، تا کہ بچوں کو آگے پریشانی نہ ہو۔

سیدوں کے ساتھ حسنِ سلوک

سرکار اعلیٰ حضرت کی ذات بابرکت میں سادات کرام کی تعظیم کا جذبہ اپنی مثال آپ تھا۔ حضور اعلیٰ حضرت اپنی محفل میلاد شریف میں دوسروں کی بہ نسبت سادات کرام کو دوگنا حصہ تقسیمِ شیرنی کے وقت دیا کرتے تھے۔ اپنے سید شاگردوں کو بھی کبھی ان کا نام لے کر نہیں پکارتے بلکہ ان کی بھی دست بوسی کر لیتے۔ کوئی سید صاحب سوال کرتے تو پیسوں سے بھرا بکس حاضر کر دیتے، کوئی سیدزادے گھر پر ملازم ہوئے تو ان کی سیادت کا علم لگتے ہی ان سے کوئی کام لینے سے منع فرماتے اور ان کی خدمت کا حکم دیتے۔ نیز اس طرح کی بہت سی باتیں تعظیمِ سادات میں اعلیٰ حضرت سے ثابت ہیں۔ حضور مفتیٔ اعظم بھی وہی جذبہ رکھتے تھے۔

انہی کا بیان ہے کہ جب میری شادی نہیں ہوئی تھی، مجھے یاد ہے کہ حضرت کے یہاں عید الاضحیٰ پر دو بکرے قربانی کے لیے آتے تھے، ایک بڑا شاندار بکرا اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے نام کا ہوتا تھا اور دوسرے بکرے کا مجھے یاد نہیں کہ وہ کس کے نام کا ہوتا۔ حضرت کی طرف سے ہم بہنوں کو یہ حکم ہوتا کہ جو بکرا سرکار ﷺ کے نام کا ہے اس بکرے کا تمام گوشت سیدوں کے گھروں میں بھیجا جائے، ہم بہنیں حکم کی تعمیل کرتیں اور پوری کوشش کرتیں کہ جو بکرا نبی پاک ﷺ کے نام کا ہوا ہے اس کا تمام گوشت سیدوں کے گھر جائے۔

اس کی اصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے انہیں ثواب پہنچانے کے لیے بکری ذبح فرماتے اور اس کا گوشت ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔ (مراۃ المناجیح)

مہربان چچا

حضرت حبیب میاں علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ کرتولی میں سارے گاؤں والے جمع تھے، حضرت نے میری طرف اشارہ کر کے لوگوں سے فرمایا کہ یہ ہمارا بچہ اگر کسی سے کوئی وعدہ کر

لے گا تو اس کو پورا کرنا میرے ذمے ہے۔

عزیزوں کے لیے گاؤں والوں کو تنبیہ

فقیر راقم الحروف کی خالہ محترمہ نزہت فاطمہ کا بیان ہے کہ یوں تو گاؤں والے ہمارے والد اور والدہ کی بڑی عزت کرتے تھے، پر کچھ عزیزوں کے ساتھ گاؤں والوں کا رویہ ٹھیک نہ تھا، ایک عزیز سے گاؤں کے ایک کافر دیہاتی نے بدتمیزی کی، حضرت کو جب معلوم ہوا تو آپ نے سبھی گاؤں والوں کو جمع فرمایا اور بہت جلال میں ارشاد فرمایا: یہ میرے بھانجے کے بچے ہیں، تم لوگ نہیں جانتے کہ میں چاہوں تو تمہارے بریلی اور بدایوں کے راستے بند ہو جائیں، یہ سن کر ایک نتھو نام کا دیہاتی گھبراتے ہوئے بولا: ہاں! میاں ہم جانتے ہیں آپ کی طاقت کو۔

دیہاتیوں سے ان کی زبان میں کلام کرنا

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ کا بیان ہے کہ دیہاتیوں کا آپس میں کچھ جھگڑا تھا جس کے لیے پنچایت میں فیصلہ تھا، لوگوں کے اصرار پر حضرت بھی گاؤں کی پنچایت میں تشریف لے گئے اور چوپال پر تشریف فرما ہوئے، دیہاتیوں سے آپ ان کے لبوں لہجے میں کلام فرماتے، جیسے ان سے فرمایا کہ کیا ”تلاقہ تلُوقی ہوگئی تھی؟“ اس کا مطلب ہے کہ کیا آپس میں حجت ہوگئی تھی۔ پھر آپ نے کچھ ہی منٹوں میں ان کا فیصلہ فرما دیا اور آپس میں صلح بھی کرا دی۔

غریب رشتہ دار کو عزت

فقیر کی خالہ نواسیٔ حضور مفتیٔ اعظم محترمہ نزہت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ مفتیٔ اعظم کی ایک نواسی کے سسر غریب آدمی تھے، وہ حضرت کے مکان کے صحن میں زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت کے خادم بابو بھائی نے بتایا کہ یہ بنوں کے سسر ہیں۔ حضرت لیٹے تھے، یہ سن کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا: وہ وہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ پھر حضرت نے ان کو اپنے پاس بٹھایا۔

چھٹا باب

اتباعِ سنت

حضور رحمت عالم ﷺ نے امت کو اپنی سنت پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ جو میری سنت سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک جگہ فرمایا کہ جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔ اتباعِ سنت پر جہاں یہ بشارتیں ہیں وہیں اس سے اعراض کرنے پر وعید فرمائی کہ جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں اور ارشاد فرمایا کہ جو میری سنت کا خلاف کرے وہ میرے زمرے سے نہیں۔ اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃُ میں حضرت امام سنوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک لازمی طور پر دین اسی چیز کا نام تھا کہ عقل کو درمیان میں لائے بغیر بلا توقف محبوب خدا حضور ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، سوائے وہ اعمال جن کے آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہونے پر دلیل قائم ہو جائے۔

سنت کی دو قسمیں ہیں، سنتِ مؤکدہ جس کا نام سنت ہُدیٰ ہے، جس کے ترک پر بندہ ملامت کا مستحق ہے اور سنت غیر مؤکدہ جس کا نام سنتِ زائدہ ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب ہے، پر ترک کرنے پر بندہ لائق ملامت نہیں۔ اَلْمَنَار میں ہے کہ اگر وہ افعال بطور عبادت ہوں تو سنن ہُدیٰ اور اگر بطور عادت ہوں تو سنن زوائد۔ صحابۂ کرام اتباعِ سنتِ رسول ﷺ کا بڑا عظیم جذبہ رکھتے تھے، وہ سرکار ﷺ کی ہر ہر ادا کو اپنایا کرتے تھے، جس مقام پر جو کام حضور ﷺ نے کیا ہوتا صحابۂ کرام بھی اس مقام پر وہی کام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی صحابی نے کسی مقام پر حضور ﷺ کو اپنے نعلین پاک اتارتے دیکھا تو جب وہ اس مقام پر

جاتے وہ بھی اپنے جوتوں کو اتار لیتے۔کسی صحابی نے حضور ﷺ کو کسی مقام پر اپنی سواری کا رخ پھیرتے دیکھا تو جب وہ صحابی وہاں سے گزرتے تو قصداً اپنی سواری کو پھیر دیتے۔کسی مقام پر سرکار نے استنجا فرمایا ہوتا تو اس مقام پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغیر ضرورت اسی حالت میں بیٹھ جاتے۔صحابہ نے اپنی عادت، اپنے اخلاق اور اپنے طرز حیات کو حضور سید عالم ﷺ کے رنگ میں رنگنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

امام احمد بن حنبل خربوزہ اس لئے نہیں کھاتے تھے، کیوں کہ اس کے کھانے کا سنت طریقہ انہیں پتا نہیں تھا کہ حضور ﷺ نے اس کو کس طرح تناول فرمایا۔صحابۂ کرام اپنے آقا ﷺ کے حکم پر عمل کرنے کا حد درجہ ذوق وشوق رکھتے تھے۔شرحِ مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کچھ صحابہ سنتیں پڑھنے اور کچھ تعظیماً کھڑے ہوئے، انہیں آپ نے حکم فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔اس وقت حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے، دروازے پر یہ آواز سنی تو وہیں آپ جوتوں پر بیٹھ گئے۔تب حضور ﷺ نے کرم کریمانہ سے فرمایا کہ ہمارا روئے سخن اور لوگوں سے تھا، نہ کہ تم سے۔سبحان اللہ! یہ ہے صحابہ کا اتباعِ رسول کا جذبہ۔اتباعِ سنت کا ایسا طرز اولیائے کاملین میں بھی نظر آتا ہے اور یہی رَوِش حضور مفتیِ اعظم کے حالاتِ زندگی میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

داہنی جانب کا اہتمام کرنا

حدیث پاک میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ بقدرِ طاقت اپنے تمام کاموں میں داہنے سے شروع فرمانا پسند کرتے تھے، اپنی طہارت میں، کنگھی کرنے اور نعلین پہننے میں۔ (مشکوٰۃ)

یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن وبغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتدا کرے۔ (مرآۃ المناجیح)

گاڑی میں پیچھے بیٹھنا

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ سرکار ہر کام کو داہنے سے کرنا پسند فرماتے، حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اپنے آقا کی پسند کے مطابق ہر کام میں داہنی جانب کا اہتمام فرماتے تھے جیسے کھانے، پینے، پہننے وغیرہ میں۔مگر آپ کا اتباعِ سنت کا جذبہ ایسا تھا کہ آپ داہنی جانب کا اہتمام اس مقام پر بھی فرماتے جہاں لوگوں کی عقلیں بھی نہیں پہنچتی۔جیسے آپ گاڑی کی آگے والی سیٹ پر نہیں بیٹھتے تھے کیوں کہ داہنی جانب ڈرائیور بیٹھتا ہے اور دوسری سیٹ بائیں جانب ہوتی ہے، اس لئے آپ ہمیشہ گاڑی میں پیچھے والی سیٹ کے داہنی جانب بیٹھتے تھے۔

اعداد لکھنے کا طریقہ

اردو زبان کا رسم الخط داہنی طرف سے لکھا جاتا ہے، لیکن عموماً لوگ اردو میں بھی اعداد کو بائیں طرف سے لکھتے ہیں جیسے ۷۸۶ لکھنا ہو تو پہلے ۷ کا عدد لکھتے ہیں پھر ۸ پھر ۶ کا، پر حضور مفتیٔ اعظم یہاں بھی آقا کی پسند کا خیال کرتے ہوئے اعداد کو داہنی طرف سے لکھتے تھے، آپ پہلے ۶ لکھتے پھر ۸ پھر ۷ اور یوں ہی تعویذات کے نقوش مرتب فرماتے۔یہی طریقہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا بھی تھا۔

لوٹے کا استعمال

حدیث پاک میں ہے کہ نبی ﷺ حضرت سعد پر گزرے، جب وہ وضو کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ اسراف (فضول خرچی) کیسا؟ عرض کیا: کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا: ہاں۔اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو۔ (مشکوٰۃ)

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کو فضول میں ضائع کرنا منع ہے اگرچہ آدمی نہر کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔حضور مفتیٔ اعظم سرکار دوعالم ﷺ کے اس فرمان عالی شان پر اس ذوق کے ساتھ عمل کرتے کہ آپ وضو میں ہمیشہ لوٹے کا ہی استعمال فرماتے اور نل سے پرہیز کرتے تھے، کیوں کہ نل سے پانی مسلسل بہتا رہتا ہے اور لوٹے سے پانی بے جا نہیں بہتا،

جب کہ نل سے وضو کرنے میں بہ نسبت لوٹے کے زیادہ آسانی ہے، خصوصًا ضعیفوں کے لیے کہ لوٹا اٹھانا پڑتا ہے، اس میں محنت ہوتی ہے اور نل میں بالکل طاقت لگانی نہیں پڑتی۔ لیکن حضور مفتیٔ اعظم اپنے سرکار ﷺ کے حکم پر اس مضبوطی کے ساتھ عمل فرماتے کہ نوے سال کی عمر میں بھی لوٹے سے وضو فرماتے تھے، جب کہ آپ کی علالت و نقاہت بڑھی ہوتی، ضعف کی وجہ سے کراہتے ہوتے۔ اس پر یہ کہ وضو میں کسی کی مدد نہ لیتے تھے کہ یہ مستحب ہے۔ ہاں آپ کے وضو کے لوٹے میں پانی اتنا رکھا جاتا کہ آپ اس کو اٹھا سکیں۔

کسی سے کچھ نہیں مانگنا

بلا ضرورت لوگوں سے سوال کرنا حرام ہے کہ حدیث پاک میں ہے مَنْ سَأَلَ مِنْ غَيْرِ فَقْرٍ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الْجَمْرَ۔ یعنی جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے۔ یہاں بلا حاجت بھیک مانگنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، لیکن حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار ﷺ کے پیارے فرمان پر اس جذبہ کے ساتھ عمل فرماتے ہیں کہ مطلقاً آپ نے مانگنے ہی کو ترک فرما دیا۔ آپ کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگتے، ایک گلاس پانی بھی نہیں مانگتے، نہ اپنوں سے اور نہ ہی غیروں سے۔ میری والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ ہم نے اپنے نانا کو کبھی کسی سے کچھ مانگتے نہ دیکھا، آپ کو پیاس لگتی تو یوں نہ فرماتے کہ ''پانی لاؤ''، بلکہ آپ یہ کہتے تھے کہ ''پیاس لگی ہے'' کہ سننے والا خود سمجھ جاتا کہ آپ کو پانی کی حاجت ہے۔ آپ چائے گرم پینا پسند کرتے تھے، اگر چائے ٹھنڈی ہو جاتی تو یہ نہ فرماتے کہ ''چائے گرم کرلاؤ''، بلکہ یہ کہتے کہ ''چائے ٹھنڈی ہے'' کہ سننے والا خود سمجھ جاتا کہ حضرت کو گرم چائے کی حاجت ہے۔

گھر میں ٹیلی فون نہ رکھنا

سلام کرنا سنت ہے اور حدیث پاک میں بات چیت سے پہلے سلام کا حکم آیا ہے۔ ٹیلی فون میں اکثر لوگ ہیلو (Hello) کہتے ہیں۔ حضرت مفتیٔ اعظم اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ گھر میں ٹیلی فون ہو اور لوگ سلام کی جگہ ہیلو کہیں، اسلئے آپ نے گھر میں ٹیلی فون نہیں لگوایا۔

تصویر کشی سے سخت پرہیز

جاندار کی تصویر کی حرمت پر متعدد حدیثیں آئی ہیں، جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ حضور مفتیٔ اعظم اپنے آقا و مولیٰ سرور عالم ﷺ کے فرمان عالی شان پر عمل کرتے ہوئے تصویر کشی سے بہت پرہیز فرماتے تھے، کہیں تصویر لگی دیکھتے اسے فوراً ہٹانے کا حکم فرماتے۔ آپ کا بغیر فوٹو حج پر تشریف لے جانا بہت معروف ہے، جو اپنے میں ایک عظیم استقامت کے ساتھ روشن کرامت بھی ہے۔ آج کوئی شخص کیسا ہی اثر و رسوخ والا ہو، کتنے ہی پیسے والا ہو یا کیسے ہی بڑے تعلقات رکھتا ہو، پر بغیر فوٹو کے حج پر جانا اس کے لیے بہت ہی دشوار ترین، بلکہ ناممکن جیسا ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم کے بعد ہندوستان سے کسی صاحب کو بغیر فوٹو کے حج پر جانا اب تک نہ تو سنا گیا اور نہ ہی دیکھا گیا۔ لہٰذا یہ بات آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ آپ نے کبھی بھی بیرون ملک دورہ اس لئے نہیں فرمایا کہ فوٹو کھنچوانی پڑتی ہے، کبھی کسی قسم کا کوئی ایسا پہچان پتر نہ بنوایا جس پر فوٹو لگتی ہو۔

آپ کے ایک حقیقی بھتیجے حضرت علامہ نعمانی میاں صاحب تھے جو تقسیم ہند کے وقت پاکستان چلے گئے تھے اور وہیں مستقل رہتے تھے۔ جب ان کی یاد حضرت کو آتی تو آپ فرماتے کہ (اگر پاکستان نہ جانے کی) قسم کھائی ہوتی تو کفارہ دے دیتا، 'پَر' ہوتے تو اڑ کر نعمانی کے پاس چلا جاتا، لیکن تصویر کھنچوا کر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپ کے گھر اخبار بھی اسلئے نہیں آتا تھا کیوں کہ اس میں تصویر ہوتی ہے اور اس میں جھوٹ بھی چھپتا ہے۔ آپ یہ پسند نہیں فرماتے کہ جھوٹ میرے گھر آئے۔ اگر کسی ڈبہ یا کسی چیز پر تصویر بنی ہوتی تو آپ کی اہلیہ صاحبہ اس تصویر کا چہرہ قلم سے مٹا دیتی تھیں، کیوں کہ حدیث میں آیا کہ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس گھر میں جاندار کی تصویر ہوتی ہے۔

رسول پاک ﷺ کے فرمان عالی شان پر عمل کرنے کا جذبہ جو حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا وہ بے مثال تھا، میں نے بزرگ علما سے یہ سنا ہے، جنہوں نے حضور مفتیٔ اعظم

کی صحبت کو پایا وہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے آتا اور اس مسئلہ کا جواب اس وقت ان علما کو یاد نہیں ہوتا، پر ان کے ذہنوں میں سرکار مفتیٔ اعظم کا عمل ہوتا تو وہ یہ یقین رکھتے کہ مفتیٔ اعظم کا جو عمل ہے وہ ضرور شریعت کے کسی حکم کے مطابق ہوگا یا رسول پاک کی کسی سنت سے ثابت ہوگا۔ وہ علما اِس یقین کے ساتھ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ کے جواب میں مفتیٔ اعظم کے عمل کو بیان کر دیتے۔ پھر بعد میں جب وہ کتاب میں تلاشتے تو اس مسئلہ کا جواب وہ ویسا ہی پاتے جیسا حضور مفتیٔ اعظم کا عمل ہوتا۔ تب ہی تو کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

’’ان کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ‘‘

سنتِ رسول سے مختلف فیہ مسائل کا حل

بعض عوام اس مقام پر کہتے ہیں کہ اختلافی مسئلہ میں ہم کس کی بات مانیں اور کس کی بات پر چلیں؟ تو حضور پرنور اعلیٰ حضرت کے والد حضرت مفتی نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے اس کا حل یہ بتایا ہے کہ اختلافِ علما سراسر رحمت ہے، جس کا قول قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے مطابق ہو، مانو اور دونوں کو اچھا جانو۔ (سرور القلوب، ۱۸۱ص)

لاؤڈ اسپیکر والی نماز کا مسئلہ

لاؤڈ اسپیکر سے مسموع ہونے والی آواز کی اقتدا میں نماز کے جواز اور عدم جواز میں علما کے درمیان اختلاف ہے، اس اختلافی مسئلہ کو اگر ہم سنت رسول کی روشنی میں دیکھیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک ملتا ہے کہ تم ویسے ہی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے دیکھا۔ (مشکوۃ) صحابۂ کرام عین نماز میں حضور کی ادائیں دیکھتے تھے اور سرکار کی پیروی کرتے تھے، اگرچہ حضور کے فعل کی وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے جوتے اتار دیے اور اپنے بائیں طرف رکھ لیے، جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ جب حضور ﷺ نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تمہیں جوتے اتار ڈالنے پر کس نے آمادہ کیا؟ عرض کیا کہ ہم نے آپ کو

جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ (مرآۃ المناجیح ملخصا)

تو ارشادِ رسول ہے کہ نماز ویسی پڑھی جائے جیسے آپ ﷺ نے پڑھی اور حضور کی نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر کہاں تھا؟ تو بغیر لاؤڈ اسپیکر والی نماز کا سنت رسول سے ہونا ثابت اور حضور کی سنت کے ساتھ ساتھ تمام صحابہ وتابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، اولیائے کاملین کی بھی سنت ہے۔ اولیاء اللہ جیسے سرکار غوث پاک، حضور خواجہ غریب نواز، حضور داتا صاحب، قدست اسرارہم وغیرہم بالیقین سچے نمازی تھے اور ان کی نمازیں لاؤڈ اسپیکر والی نہ تھیں، تو ان کی جیسی نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا بہت محمود ہے، کیوں کہ ایسی نماز میں ان بزرگوں کی مشابہت ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو جس قوم کی مشابہت کرتا ہے اسی قوم سے ہوتا ہے۔

تمام مختلف فیہ مسائل میں جس طرف علمائے بریلی گئے ہیں ان شاء اللہ ہر انصاف پسند اسے قرآن وسنت اور سلف صالحین کے مطابق پائے گا۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

ساتواں باب

متفرقات

خانوادۂ رضویہ کے بزرگوں سے صرف انسانوں نے ہی رجوع نہیں کیا بلکہ جنات کے بھی آپ مرجع تھے۔ اعلیٰ حضرت کے دادا جو کہ اس خانوادے کے پہلے عالم تھے بلکہ ولیٔ کامل بھی تھے، ان سے جنات پڑھا کرتے تھے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے پاس جنات مسائل پوچھنے آتے تھے، اسی طرح حضور مفتیٔ اعظم سے بھی بہت سے جنات عقیدت رکھتے تھے، ان کے مرید تھے، انسانی شکل میں آپ کے پاس حاضر بھی ہوتے تھے۔

جنات بھی معتقد تھے

فقیر کی خالہ محترمہ نزہت فاطمہ کا بیان ہے کہ حسینہ بوا نام کی ایک نیک عمر رسیدہ خاتون حضرت کے یہاں روٹی پکانے کا کام کرتی تھیں، حضرت دیر رات دو بجے اپنے دارالافتاء میں بیٹھے کسی کام میں مصروف تھے کہ حضرت کی اہلیہ نے حسینہ بوا سے فرمایا کہ حضرت کے پاس پان کی ڈبیہ رکھ آؤ، وہ چونکہ دن بھر کی تھکی ہوئی تھیں اس لئے انہیں بار محسوس ہوا، لیکن چوں کہ حضرت کی اہلیہ صاحبہ کا حکم تھا تو وہ منع نہ کر سکیں، وہ ناگواری سے پان کی ڈبیہ پہنچانے گئیں، اس وقت حضرت اپنے کام میں ایسے مصروف تھے کہ انہیں ان کا آنا بالکل معلوم نہ ہوا، حسینہ بوا نے خاموشی سے پان کی ڈبیہ کچھ پٹک کر حضرت کے پاس رکھی اور رکھ کر واپس آ گئیں۔ جیسے ہی وہ اپنے کمرے میں آئیں تو ان پر جنات تھے، جنہوں نے ان کی پٹائی شروع کر دی، وہ چیخنے لگیں اور حضرت کو پکارنے لگیں کہ میاں مجھے بچا لو، یہ لوگ مجھے مارے ڈال رہے ہیں۔ حضرت ان کی آواز سن کر فوراً ننگے پیر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ حسینہ بوا کیا ہوا؟ تو حسینہ بوا نے بتایا کہ میں نے آپ کی ڈبیہ جھنجلاہٹ میں پٹک کر رکھ دی تھی اس لئے یہ لوگ مجھے مار

رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: مفتیٔ اعظم کی ڈبیہ کو پٹک کر کیوں رکھا؟ حضرت نے ان سے فرمایا کہ نہیں حسینہ بوا مجھے تو احساس بھی نہیں ہوا کہ آپ کب پان کی ڈبیہ رکھ کر گئیں۔ پر جنات انہیں مارتے رہے، پھر حضرت نے بار بار فرمایا کہ حسینہ بوا میں نے آپ کو معاف کیا، تب جا کر ان جناتوں نے انہیں مارنا چھوڑا۔ جنات بھی حضرت کے معتقد بلکہ مرید تھے۔

بیٹھک میں جنات

حضرت مفتیٔ اعظم کی بھانجی شمیم بانو علیہا الرحمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے جب گھر تشریف لاتے تو کھانے کے بعد یا تو اپنے کمرے میں چلے جاتے یا پھر کام کی زیادتی کی وجہ سے بیٹھک میں تنہا ہوتے، آپ ہی اپنے مکان کے صدر دروازے کو بند کرتے تھے، اس کے بعد گھر میں کوئی داخل نہیں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ میری دیر رات بارہ بجے کے قریب آنکھ کھلی، مجھے بیٹھک سے کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں، اندازہ ہوا کہ بیٹھک میں چار، پانچ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور کسی مسئلے پر بحث ہو رہی ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ جب حضرت مکان کا دروازہ بند کر لیتے ہیں تب نہ کوئی عزیز آتا تھا نہ کوئی مہمان، تو پھر یہ کون لوگ ہیں؟ جب بیٹھک کے قریب پہنچی تو بیٹھک سے جو آوازیں آرہی تھیں ہلکی ہو کر پھر بند ہو گئیں، بلکہ ایک دم خاموشی چھا گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ بیٹھک میں کوئی نہیں تھا، لائٹ گئی ہوئی تھی، صرف ایک لالٹین جل رہی تھی، اس کی روشنی تھی۔ یہ دیکھ کر انہیں بڑی حیرت ہوئی اور اس کے بعد انہیں بخار بھی آ گیا تھا۔ دو دن بعد حضرت ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تاک جھانک کی عادت اچھی نہیں۔

جنات سے بات

سرکار اعلیٰ حضرت کے سب سے چھوٹے بھائی حضرت علامہ محمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ تحصیل کر کے گاؤں سے آئے، رضا مسجد میں ایک کنواں تھا جس کے پاس ایک املی کا درخت تھا، جس کی جڑیں محلہ میں پھیلی ہوئی تھیں، انہوں نے درخت پر اپنی صدری ٹانگ دی

جس میں چاندی کے سکے تھے، آپ کنویں کے پاس وضو فرمانے لگے، بعد میں دیکھا کہ درخت سے صدری غائب ہے۔ مسجد میں آپ کے علاوہ کوئی نہیں تھا، آپ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پہنچے اور اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت درخت کے پاس تشریف لائے، وہاں ایک سفید چادر منگوائی، عزیزوں کو اسے پکڑنے کا حکم دیا اور سب سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو۔ اعلیٰ حضرت نے کچھ پڑھا جس کے فوراً بعد وہ صدری چادر میں آگئی اور اس میں سارے سکے بھی موجود تھے، اس درخت پر جنات رہتے تھے جو صدری لے گئے تھے۔ اس واقعہ کے کئی سال کے بعد جب حضرت مفتیٔ اعظم رضا مسجد کی توسیع فرمارہے تھے تو اس املی والے درخت کو کاٹنا ہوا، آپ کی ایک پھوپی حیات تھیں، وہ تشریف لائیں اور کہا کہ مصطفی میاں معلوم ہے اس درخت پر جنات رہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں! میری ان سے بات ہوئی، انہوں نے خوشی سے اجازت دے دی۔

حضور مفتیٔ اعظم کی صاحبزادی کا پردہ

فقیر راقم الحروف کی والدہ نواسیٔ حضور مفتیٔ اعظم مرحومہ نکہت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ ان کی عمر چھ ماہ کی تھی، ایک مجذوب بزرگ جو ذرے میاں کہلاتے تھے بہت عمر رسیدہ تھے، بھوؤں کے بال سفید تھے، گردن ضعف کی وجہ سے ہلتی تھی، وہ گھر میں پہلی مرتبہ اتفاقیہ زنان خانے میں تشریف لے آئے، گھر کی تمام عورتیں گھبرا کر دوسرے کمروں میں چلی گئیں اور عجلت میں مجھے لے جانا بھول گئیں۔ بڑے بتاتے ہیں کہ ذرے میاں صاحب نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور گود میں لے کر دو تین مرتبہ ہوا میں اچھالا جیسے بچوں کو کھلاتے ہیں۔ میری والدہ کو میری فکر ہوئی، وہ آڑ سے مجھے دیکھنے لگیں، پر ہرگز نہ کوئی آواز نکالی نہ مجھے ان سے لینے کی کوشش کی۔ پھر چند مرتبہ ہوا میں اچھال کر انہوں نے پھر مجھے پلنگ پر رکھ دیا اور سرہانے کچھ پیسے بھی رکھ دیے۔ حضرت نے ذرے میاں صاحب کے زنان خانے میں آنے کا جب واقعہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ اچھا کیا جو تم لوگوں نے ان سے پردہ کیا، ان کو ہوش نہیں تھا، پر تم

لوگوں کو تو ہوش تھا۔

سبحان اللہ! یہ حضور مفتیٔ اعظم کی شہزادی تھیں کہ مجذوب اپنے حال پر نہیں ہوتے، ایسے میں ان کا بچی کو اچھالنا دیکھ کر کسی بھی ماں کا تڑپنا ایک فطری بات ہے۔ پر اس کے باوجود انہوں نے غیر محرم کے سامنے آنے سے اجتناب کیا، نہ کسی قسم کی کوئی آواز نکالی اور نہ ہی بچی کو لینے کی کوئی کوشش کی۔ حضرت بھی یہی تعلیم فرماتے ہیں کہ مجذوب سے بھی پردہ کیا جائے۔ خاندانِ اعلیٰ حضرت کی خواتین پردے کا بہت اہتمام فرماتیں جس کا مزید اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ہوگا۔

حضور مفتیٔ اعظم کی والدہ کا پردہ

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ میری دادی نماز کی چوکی پر بیٹھی وظیفہ پڑھ رہی تھیں اور میں اپنی بہنوں کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ مکان میں سبزی بیچنے والی ایک کافرہ عورت آگئی۔ دادی نے اسے دیکھا تو فوراً اپنا چہرہ ڈھک لیا۔ جب تک وہ گھر میں رہی آپ نے اپنا چہرہ نہیں کھولا، پھر جب وہ چلی گئی تو آپ نے چہرے سے چادر کو ہٹایا۔ میں بچی تھی، مجھے بڑا تعجب ہوا، میں نے ان سے پوچھا کہ اماں جان یہ تو عورت تھی، آپ نے اس کے سامنے اپنا چہرہ کیوں چھپایا؟ آپ نے جواب دیا کہ تمہارے دادا اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کافرہ بے پردہ عورت سے بھی ایسا پردہ ہے جیسا کہ غیر محرم (مرد) سے۔

حضور مفتیٔ اعظم کی اہلیہ کا پردہ

نواسیٔ اعلیٰ حضرت شمیم بانو علیہا الرحمہ کا بیان ہے کہ حضرت اور ان کی اہلیہ (چھوٹی بی صاحبہ) کے ساتھ ایک سفر حج پر میں بھی تھی، پانی کا جہاز بمبئی سے چلتا تھا، اس لئے بمبئی جانا ہوا، وہاں کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی، ان کے یہاں پہنچے، میں اور چھوٹی بی صاحبہ مکان کے زنان خانے میں تھیں، جہاں پر صرف گھر کی عورتیں تھیں، ہم لوگوں نے چہرے کھول لئے تھے، وہاں ایک بکس رکھا ہوا تھا اس کو کسی بچے نے کھولا، جب اس پر نظر پڑی تو اس میں غیر

مرد نظر آئے،فوراً ہم دونوں نے اپنے چہروں کو ڈھانک لیا۔

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ ایسے زمانے کی بات ہے جب ٹی وی عام نہ تھا اور نہ ہی ان پارسا خواتین نے اس سے متعلق سنا تھا، یہاں تک کہ اس کا نام بھی نہیں معلوم تھا۔ جہاں دعوت تھی ان کے گھر کے کسی بچے نے اس کو چلا دیا تھا جس پر تصویریں نظر آنے لگیں، ان لوگوں کی جیسے ہی اس پر نظر پڑی فوراً پردہ کرنے لگیں اور سمجھیں کہ غیر مرد آگئے ہیں۔ایسے واقعہ سے ان عورتوں کو سبق لینا چاہیے جو پردہ نہیں کرتی ہیں یا پھر کرتی تو ہیں پر وہ بھی صرف نام کا۔ اللہ انہیں صحیح طور پر پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حکمتِ عملی سے کام لینا

حضرت مفتیٔ اعظم کے پاس آپ ہی کے شہر کے کچھ لوگ حاضر آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور قصائیوں میں وہابیت بہت تیزی سے پھیل رہی ہے، اب ان کا ذبیحہ کیسے کھایا جائے؟ اور کیا کیا جائے؟ آپ کوئی فتوی دیں۔حضرت نے ان لوگوں کی بات پر غور وفکر کر کے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے ایک اپیل شائع کی جائے کہ سننے میں آرہا ہے کہ یہاں کے قصائی وہابیوں سے رشتے داریاں کر رہے ہیں اور ان میں وہابیت پھیل رہی ہے، تو یہ قصائی خود ایک فہرست بنائیں کہ ان میں کون صحیح العقیدہ سنی ہیں اور کون وہابی ہیں اور کس نے وہابیوں سے رشتے داری کی ہے؟ جب تک یہ فہرست نہیں آجاتی ہے تب تک بریلی کے سنی مسلمان دس دن تک ان سے گوشت نہ خریدیں۔حضرت کی یہ شان کہ بریلی کے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا اور گوشت خریدنا بند کر دیا۔پھر کیا تھا؟ جب کاروبار پر اثر پڑتا دیکھا تو قصائیوں میں ہی آپس میں بحثیں چھڑ گئیں کہ ایک دوسرے سے کہتے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں یہ تکلیف آرہی ہے اور یہ سب ہو رہا ہے۔دس دن تو بڑی بات، دو یا تین دن میں ہی بریلی کے قصائیوں نے اپنی برادری میں چھانٹنا شروع کر دیا کہ کون سنی ہے اور کون وہابی ہے اور ایک فہرست پکے سنی قصائیوں کی تیار کی کہ ان کا وہابیت سے اور وہابیوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔فہرست لے کر

وہ سب حضرت کی بارگاہ میں حاضر آئے اور عرض کیا کہ حضور! ہم بہت پریشان ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ اس فہرست کو ساری مسجدوں اور مسلم محلوں میں لگا دیا جائے اور اس کو مشہور کر دیا جائے تاکہ لوگ اب ان صحیح العقیدہ سنی قصائیوں سے ہی گوشت خریدیں۔پھر حضرت نے ان سنی قصائیوں کا خیال فرمایا کہ اس چھانٹنے میں ان کا نقصان ہو گیا ہے تو آپ نے شہر کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ جو لوگ پاؤ کلو گوشت لیتے تھے، وہ آدھا کلو گوشت لے لیں اور جو آدھا کلو لیتے تھے وہ ایک کلو گوشت لے لیں، تاکہ سنی قصائیوں کا جو دو تین دن کا نقصان ہوا ہے اس کی بھی بھر پائی ہو جائے۔

حضرت نے اس حکمت عملی سے قصائیوں ہی کے ذریعے ان میں سنی اور غیر سنی کی پہچان کروا دی اور سنی قصائیوں کے نقصانات کی بھر پائی بھی فرما دی۔اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے کہ یُؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا۔
اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔(البقرۃ:۲۶۹)

جلال کے وقت بولنے میں احتیاط

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ کا بیان ہے کہ ہلکے جاڑے کے دن تھے، حضرت دوپہر میں کھانا کھا کر لیٹ گئے، جو دولائی حضرت اوڑھے ہوئے تھے وہ گھٹنوں تک تھی، یہ دیکھ کر باجی صاحبہ نے یہ خیال کیا کہ جاڑے شروع ہو گئے ہیں تو آپ نے اس دولائی کو سینے تک اُڑھا دیا، حضرت کو کچھ گرمی محسوس ہوئی تو آپ کی آنکھ کھل گئی، چوں کہ حضرت کی نیند کھل جانے کے بعد حضرت کو پھر جلدی آرام نہیں ملتا تھا تو آپ کو صاحبزادی پر کچھ جلال آیا، ان کی طرف دیکھ کر آپ نے فرمایا: پھول میں بھی کانٹا ہوتا ہے، پھول میں بھی کانٹا ہوتا ہے۔باجی صاحبہ سمجھ گئیں کہ اس طرح دولائی اُڑھانے سے حضرت کی آنکھ کھل گئی اس لیے آپ نے ایسا فرمایا۔

آج بچوں پر غصہ کرتے ہوئے بہت سے ماں باپ کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کیا کچھ کہہ جاتے ہیں، پر حضرت جلال کے وقت بھی بولنے میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔

تمام مریدوں کو یاد رکھنا

ایک بڑی بی حضرت کی بارگاہ میں برسوں بعد حاضر آئیں، انہوں نے دیکھا کہ حضرت کے پاس بہت بھیڑ رہتی ہے تو ڈرتے ڈرتے انہوں نے حضرت سے پوچھا کہ حضور! کیا آپ کو سب مرید یاد رہتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ پیر ہی کیا جو اپنے مریدوں کو بھول جائے۔

مدرسے کی چیزوں میں احتیاط

مدرسے میں کوئی تقریب تھی چمچے کم پڑ گئے، مدرسے کا ایک بچہ حضرت کے گھر آیا اور گھر والوں سے کچھ چمچے لے گیا، وہ چمچے مدرسے کے برتنوں میں مل گئے، بعد میں مدرسے والوں نے اندازے سے حضرت کے گھر کے چمچے بھجوا دیے۔ جب حضرت کو چمچوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ گھر سے چمچے گئے تھے اور مدرسے والوں نے اندازے سے بھیجے ہیں تو آپ نے فرمایا: پتا نہیں کون سے چمچے گھر کے ہیں اور کون سے مدرسے کے؟ تو آپ نے وہ چمچے مدرسے میں بھجوا دیے۔

پیسوں میں احتیاط

حضرت کانپور سے گھر تشریف لا رہے تھے، آپ ٹرین میں تشریف فرما ہوئے تو لوگ ملاقات کرنے کے لیے حاضر آئے، ملاقات کے وقت بعض لوگ حضرت کو نذرانہ بھی پیش کرتے تھے، کوئی دو روپیہ دیتا تو اسے قبول فرما لیتے پر اگر کوئی بڑی نوٹ دیتا تو اس سے اس کا کام پوچھتے اور مطمئن ہونے کے بعد لیتے، ورنہ منع کر دیتے۔ ملاقات کرنے والوں میں سے ایک صاحب نے دو دو روپیوں کی کچھ رقم حضرت کو یہ کہہ کر پیش کی کہ حضور! یہ آپ کے نذرانہ کے ہیں، آپ نے اسے اپنی صدری کے جیب میں رکھ لئے، پھر دوسرے صاحب ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے بھی دو دو روپیوں کی کچھ رقم یہ کہہ کر پیش کی کہ حضور یہ مدرسے کے لئے ہیں، حضرت نے اسے بھی اپنی صدری کی جیب میں رکھ لیا۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو آپ کو صدری میں رکھے پیسوں کا خیال آیا، آپ نے فرمایا: خدا جانے میں نے

نذرانے کے پیسے کس جیب میں رکھے تھے اور مدرسے کے کس جیب میں؟ پھر آپ نے وہ سارے پیسے خوشی خوشی مدرسے میں دے دیے۔

بنے اور منے کا واقعہ

بریلی شریف میں انتیس رمضان کو عید کا چاند نظر نہیں آیا تھا، دو بوڑھے حضرت کے گھر حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم دونوں حضرت سے ملاقات چاہتے ہیں، ہمیں چاند کی گواہی دینی ہے۔ حضرت تک خبر پہنچائی گئی، حضرت نے ان کو طلب فرمایا، وہ دونوں حضرت کے پاس حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور میں بنے اور یہ منے اور ہمارا سارا گھر اعلیٰ حضرت اور آپ کا غلام ہے۔ ہم یہاں چاند کی گواہی دینے آئے ہیں، ہم دونوں نے چاند اپنے مکان کی چھت سے دیکھا ہے، جب کہ چاند پورے شہر میں کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

حضرت نے یہ سن کر ایک کٹورے پانی پر کچھ پڑھا اور اس پانی کے کٹورے کو ان لوگوں کی طرف کر کے پینے کا حکم فرمایا، ان دونوں نے جیسے ہی پانی پیا آپ نے ان دونوں سے سوال کیا کہ تم نے چاند کب دیکھا اور کیسا دیکھا؟ حضرت کے پڑھنے کی برکت سے وہ لوگ گھبرا گئے، آپ کے پیروں پر گر پڑے، معافی مانگنے لگے اور کہنے لگے: حضور ہم جھوٹی گواہی دینے آئے تھے، اصل میں ہم نے بہت زیادہ دودھ خرید لیا تھا، ہمیں یہ لگا تھا کہ شاید انتیس کو چاند ہو جائے گا اور کل عید ہو جائے گی، پر چوں کہ چاند نہیں ہوا تو ہمارا بہت نقصان ہو جائے گا، سارا دودھ خراب ہو جائے گا، اس لیے ہم یہ جھوٹی گواہی دینے آئے تھے۔ حضرت نے ان پر بہت جلال فرمایا اور انہیں سمجھایا کہ رمضان کے روزہ کا مسئلہ بہت اہم ہے۔

اپنے لیے لوگوں کا ہاتھ باندھنا ناپسند فرماتے

حضرت کے آخری دنوں میں لوگ بہت کثرت سے زیارت کے لیے حاضر آتے اور آپ کے مکان کے باہر لوگوں کی ایک بھیڑ ہوتی۔ لوگوں کو یہ بات معلوم ہوتی کہ حضرت بہت علیل ہیں، کمزور ہیں، لیکن نماز کے لیے آپ مسجد ضرور تشریف لائیں گے۔ لوگ

آپ کے مکان کے باہر ہاتھ باندھے آپ کے دیدار کے لیے کھڑے رہتے۔ جب حضرت مسجد کے لیے تشریف لاتے اور لوگوں کو ہاتھ باندھے دیکھتے تو بہت جلال میں فرماتے ”کیا لوگ میرے لیے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، کیا لوگ میرے مکان کے سامنے کھڑے ہیں“؟ فرماتے کہ ”کیا لوگ میرے لیے کھڑے ہیں؟ سامنے اللہ کا گھر ہے، مسجد ہے، اس میں جا کر بیٹھیں، وہاں عبادت کریں، کیا میرے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں؟“ پھر لوگوں کے ساتھ آپ مسجد میں تشریف لے جاتے۔

حج کا ارادہ ملتوی کر دیا، بعد میں تشریف لے گئے

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، لوگوں کی بڑی مبارک بادیاں آئیں کہ حضرت پہلے حج کو تشریف لے جا رہے ہیں، سفر کی ساری تیاریاں کر لی گئیں، ضرورت کا سارا سامان اور حضرت کی کتابیں وغیرہ بھی رکھ لی گئیں، یہاں تک کہ گاڑی میں سامان بھی لاد دیا گیا، اسی وقت حضرت کے ایک داماد کہیں سے سن کر آئے کہ حجاز مقدس میں نجدی حکومت آ گئی ہے، انہوں نے یہ بات حضرت کو بتا دی، یہ سن کر حضرت کو بہت ملال ہوا، آپ نے اپنے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا اور فرمایا: اس وقت نہیں جاؤں گا، پھر بعد میں جاؤں گا۔ آپ نے گاڑی میں سے سامان اتروا دیا، سب کو بڑا رنج ہوا، کیوں کہ حضرت اپنے اور اپنی اہلیہ (چھوٹی بی صاحبہ) کے سفرِ حج کے لیے سب بہت خوش تھے، اس رات آپ نے یہ شعر لکھا کہ ؎

کس طرح ہو حاضر درِ نوریِ بے پر شہا
نا کے روکے دشمنوں نے راستہ ملتا نہیں

پھر برسوں بعد جب حضرت کو یہ احساس ہوا کہ یہ حکومت ابھی نہیں جائے گی تو اس کے بعد آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے تین حج ادا فرمائے۔

مدرسے کے بچوں سے کام نہیں لیتے

نواسیٔ حضور مفتیٔ اعظم محترمہ نزہت فاطمہ کا بیان ہے کہ میں حضرت کے پاس تھی اور ایک مدرسے کا چھوٹا بچہ بھی حضرت کے پاس موجود تھا، حضرت نے اپنے حقہ کو منھ سے لگایا تو دیکھا کہ اس میں آگ نہیں تھی اور آپ کسی سے کچھ مانگتے بھی نہیں تھے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ چلم ٹھنڈی ہوگئی ہے، تو مدرسے کے بچے نے گھبرا کر چلم اٹھالی کہ حضرت میں چلم بھر لاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: نہیں، تم نہیں۔ کیوں کہ وہ بچہ طالب علم تھا، حضرت طالب علم کا بہت خیال فرماتے تھے، ان سے کوئی کام نہیں لیتے تھے۔ جب کہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طالب علم سے خوب کام لیتے ہیں، ان سے اپنے گھروں کے کام کرواتے ہیں۔ حضرت نے اس طالب علم سے چلم رکھوا دی۔ فقیر کی خالہ فرماتی ہیں: یہ دیکھ کر میں نے چلم لے لی اور کہا کہ میں چلم بھر کے لاتی ہوں۔

بہن کو دعا

حضرت سے صرف ایک بہن چھوٹی تھیں، باقی سب بہنیں بڑی تھیں، آپ کی چھوٹی بہن کی سسرال رامپور میں تھی، ان کے شوہر کا جب انتقال ہوا، حضرت مفتیٔ اعظم اور ان کے بڑے بھائی حضرت حجۃ الاسلام ان کے پاس تشریف لے گئے، آپ کی بہن اس وقت اپنے شوہر کے جنازے کے پاس بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھیں، جیسے ہی دونوں بھائیوں کو دیکھا ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، انہوں نے ضبط کیا اور بھائیوں کو سلام کر کے دوسرے کمرے میں چلی گئیں تو اس پر حضرت نے یہ بات فرمائی کہ اس لاج والی بہن نے جس طرح ہماری لاج رکھی، یا اللہ قیامت کے دن تو اس کی لاج رکھنا۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب کے صدقے خاندان اعلیٰ حضرت کے مردوں میں جہاں بہت سی خوبیاں رکھیں کہ کسی کے علم میں کمال بخشا تو کسی کے کردار میں، کسی کو نورانی صورت عطا فرمائی تو کسی کو کمال حکمت، وہیں خاندانِ رضا کی باعزت

پارساعورتوں میں بھی بہت سی خوبیاں عطافرمائیں، جیسے صبر وضبط کاان میں وہ مادّہ رکھاجواپنی مثال آپ ہے۔

میری مرحومہ خالہ نواسیٔ حضور مفتیٔ اعظم کے ایک جوان بیٹے موٹر بائک سے گر کر انتقال کر گئے، ان کی وفات بمبئی میں ہوئی تھی، بذریعۂ فلائٹ ان کو بریلی شریف لے جایا گیا، ہر کوئی یہی سوچتا کہ ماں کا کیا ہوگا جب اپنے بیٹے کو دیکھے گی، پر فقیر گواہ ہے کہ اس ماں نے ایسا صبر کیا جس کی نظیر آج ملنا مشکل ہے۔ وہ اپنے جوان بیٹے کے جنازے کے پاس آکر بولیں کہ مجیب! جب سرکار قبر میں تشریف لائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا۔ اس نیک خاتون نے نہ کوئی شور مچایا، نہ انہوں نے کوئی خلافِ شرع بات کہی۔ اگر چہ اندر ہی اندر ان کو جوان بیٹے کی وفات کا ایسا صدمہ تھا کہ چند سالوں میں وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ حضور مفتیٔ اعظم کے نواسے حضرت خالد ملت علیہ الرحمہ کا جب وصال ہوا اس وقت بریلی شریف میں فقیر بھی حاضر تھا، آپ اپنی والدہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے، آپ کی والدہ جنازے کے پاس بیٹھی فرمارہی تھیں کہ میرے دادا اعلیٰ حضرت جب ایک مقدمہ جیتے، میں اسی دن پیدا ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ بچی برکت والی ہے، اس کا نام برکات فاطمہ رکھتا ہوں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے میری عمر میں اتنی برکت عطا فرمادی کہ میں اپنی اولاد کا جنازہ دیکھ رہی ہوں۔

ستارۂ ہند

کرتولی گاؤں میں مسلمانوں کے چار یا پانچ ہی مکان تھے اور کافروں کی اکثریت تھی، پر گاؤں کے کافر حضرت کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان لوگوں نے حضرت کے مکان کی چھت پر ہندی میں ستارۂ ہند لکھا تھا، کیوں کہ وہاں کے کفار آپ کو ستارۂ ہند کہتے تھے۔

ایک صاحب سے متعلق سوال

حضرت علامہ حبیب میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا چاند نامی کوئی صاحب تھے جو حضرت مفتیٔ اعظم کو ہر مہینہ یا پندرہ دن میں ایک خط ضرور لکھتے تھے، میں نے حضرت سے ان

سے متعلق پوچھا کہ حضور! یہ مولانا چاند صاحب کون ہیں؟ تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا مولوی ہیں جیسا کہ میں مولوی ہوں۔

گھوڑا نہیں لیا

شہزادیٔ حضور مفتیٔ اعظم باجی صاحبہ کا بیان ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم اور حضور حجۃ الاسلام دونوں کے پاس اپنے گھوڑے تھے، حضرت کا گھوڑا جب مر گیا، ہم بچوں کو بڑا ملال ہوا کہ والد صاحب کا گھوڑا مر گیا۔ بعد میں یہ خبر آئی کہ علی گڑھ میں جو اعلیٰ حضرت کے مریدین ہیں وہ ایک سفید رنگ کا شاندار اونچا گھوڑا حضرت کو تحفہ میں پیش کرنے کے لیے لا رہے ہیں، ہم بچوں نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوئے کہ ہمارے والد کا علی گڑھ سے سفید رنگ کا اونچا شاندار گھوڑا آرہا ہے، جب وہ لوگ گھوڑا لے کر آئے تو حضرت نے گھوڑا لینے سے انکار کیا اور فرمایا: میں بھی گھوڑا رکھتا تھا، اب میں بہت مصروف ہوگیا ہوں۔ گھوڑے کے بارے میں شاید آپ لوگ جانتے بھی ہوں گے کہ گھوڑے کو کم از کم دن میں ستر بار چارہ پانی دکھانا چاہیے، پہلے میں اتنا مصروف نہیں رہتا تھا، اب میرے پاس کہاں اتنا وقت؟ تو آپ لوگ اس گھوڑے کو واپس لے جائیں۔

گاڑی نہیں لی

سوراشٹر کے کچھ مریدین نے خیال کیا کہ حضرت ٹرین کے جنرل ڈبہ میں سفر فرماتے ہیں اور سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے ہیں، تو کیوں نہ حضرت کو ایک کار پیش کی جائے، اس زمانے میں امباسیڈر (Ambassador) نامی ایک نئی گاڑی بھی نکلی تھی، سوراشٹر کے کچھ مریدوں نے آپس میں رقم اکھٹا کر کے ایک نئی امباسیڈر گاڑی خریدی، اس کار کو لے کر وہ لوگ بریلی شریف حضرت کے پاس پہنچے، حضرت سے جب ان لوگوں نے ملاقات کی تو ان میں سے ایک صاحب نے چابی نکالی اور کہا کہ حضور یہ چابی ہے۔ حضرت نے ان سے پوچھا کس چیز کی چابی ہے؟ تو انہوں نے کہا حضور! کار کی چابی ہے۔ آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے سفر میں تو ہم لوگوں نے سوچا کہ اس گاڑی سے آپ کو آرام ملے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں مجھ کو سفر

میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے اور میں گاڑی کا کیا کروں گا؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ ان لوگوں نے اصرار کیا تو حضرت نے ناراضگی ظاہر کی۔ حضرت یوں تو مہمانوں کا بہت خیال فرماتے تھے پر حضرت نے ان کی طرف التفات کرنا چھوڑ دیا۔ وہ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت ناراض ہو گئے ہیں، حضرت نے ان لوگوں کو بڑی سنجیدگی سے سمجھایا کہ میری خوشی اسی میں ہے کہ آپ لوگ اسی گاڑی سے اپنے وطن واپس ہو جائیں۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت ناراض ہیں، گاڑی ہرگز قبول نہیں فرمائیں گے، تو وہ لوگ اس گاڑی سے واپس ہو گئے۔ حضرت زنان خانے میں تھے کہ نو دس سال کا ایک چھوٹا بچہ حضرت کے پاس یہ خبر لایا کہ وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ حضرت کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ یہ سن کر حضرت کے چہرے پر وہ بشاشت اور خوشی کے آثار تھے کہ بیان سے باہر ہے، گویا عید کا دن ہو۔

اللہ اور رسول پر بھروسہ

محلہ کے ایک لڑکے نے دیکھا کہ حضرت کی بیٹھک میں ڈاکیہ منی آرڈر لایا ہے اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت کچھ پیسے گن رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس لڑکے کی نیت خراب ہوگئی، رات کو وہ چوری کی نیت سے حضرت کی چھت پر آگیا، حضرت کی صاحبزادی نے دیکھا کہ کوئی چھت پر چڑھا ہوا ہے، اس کا سایہ انہیں نظر آیا، انہوں نے پہلے اپنی والدہ چھوٹی بی صاحبہ سے کہا کہ چھت پر کوئی آگیا ہے، چور ہو سکتا ہے۔ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ درود شریف پڑھو، پھر انہوں نے اپنے والد حضور مفتیٔ اعظم ہند کو جگانے کی کوشش کی اور کہا کہ لگتا ہے گھر میں کوئی چور آگیا ہے، یا کوئی غیر آگیا ہے، تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ درود شریف پڑھو، لاحول پڑھو، اس چور کو کچھ گھبراہٹ ہوئی، وہ چھت پھلانگنے میں اوپر سے گرا، اس کے پیر پر چوٹ آگئی اور پلاسٹر بھی لگا، بعد میں اس کے بارے میں سب کو معلوم ہوگیا، پھر اس نے حضرت سے معافی بھی مانگی۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ اگر کسی کے گھر چور آجائے تو اس کی نیند ہی اڑ جائے گی اور یہاں

فرمایا جاتا ہے کہ درود شریف اور لاحول پڑھو، کیسا اللہ اور رسول پر بھروسہ ہے۔ سبحان اللہ!!

ہمارے یہاں تعویذ نہیں بکتا ہے

حضرت اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی حاضر آئے جو بطور تحفہ دیسی انڈوں کا ایک چھوٹا سا مٹکا لائے تھے، جب حضرت کو انہوں نے وہ دیسی انڈوں کا مٹکا پیش کیا تو حضرت نے ان سے فرمایا: آپ نے اس کی کیوں تکلیف کی؟ کیا آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ کوئی تعویذ وغیرہ چاہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں حضور! مجھے کوئی کام نہیں ہے، نہ ہی مجھے کوئی تعویذ چاہیے۔ میں صرف ملاقات کی غرض سے حاضر آیا ہوں اور یہ تحفہ پیش کرنے آیا ہوں۔ پھر حضرت نے اپنے اطمینان کے لئے ان سے دوبارہ پوچھا کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ تعویذ وغیرہ لینا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں حضور! حضرت نے ان کا دیا ہوا تحفہ قبول کر کے اندر گھر میں بھجوا دیا۔ اتنے میں ایک صاحب حضرت کے پاس آئے اور حضرت سے تعویذ مانگا، حضرت نے انہیں عطا فرمایا، ان دیہاتی صاحب نے یہ دیکھ کر حضرت سے عرض کیا کہ حضور مجھے یاد آیا، مجھے بھی تعویذ چاہیے۔ یہ سن کر حضرت بہت تیزی کے ساتھ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور گھر والوں سے پوچھا کہ انڈے استعمال میں تو نہیں آئے؟ گھر والوں نے بتایا کہ ابھی ویسے ہی رکھے ہیں۔ آپ نے ان صاحب کو تعویذ کے ساتھ ان کی لائی ہوئی چیز یہ کہہ کر لوٹا دی کہ میں تو آپ سے پہلے ہی پوچھ رہا تھا کہ کیا آپ کو تعویذ چاہیے؟ تو آپ منع کرتے رہے، اس لیے آپ کا تحفہ قبول کر لیا تھا۔ اب بعد میں آپ نے تعویذ کا کہا تو آپ یہ لے جائیں کیوں کہ میرے یہاں تعویذ نہیں بکتا ہے۔

ہر معاملہ میں شریعت کو ملحوظ رکھنا

حضرت مفتیٔ اعظم کی صاحبزادی کے گاؤں میں کچھ عزیزوں سے شکر رنجی رہتی تھی، آپس میں آنا جانا نہیں تھا، حضرت جب گاؤں تشریف لائے ان لوگوں نے حضرت کی دعوت رکھی۔ صاحبزادی کو اس بات کی تکلیف ہوئی، انہوں نے اپنے والد حضور مفتیٔ اعظم سے کہا کہ ان

لوگوں کا رویہ مجھ سے ٹھیک نہیں ہے، آپ ان لوگوں کی دعوت میں نہ جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے دعوت قبول کر لی ہے اور میں جاؤں گا۔ آپ ان لوگوں کی دعوت میں تشریف لے گئے جس پر صاحبزادی کو ملال ہوا۔ جب آپ وہاں سے تشریف لائے تو صاحبزادی سے فرمایا کہ میں اگر دعوت میں نہیں جاتا تو یہ لوگ تم سے اور عداوت رکھتے، تمہیں پریشان کرتے۔ میرے دعوت میں جانے سے ان پر اثر بھی پڑے گا۔ ویسے ان پر شریعت کا ایسا کوئی حکم بھی نہیں ہے۔ لوگ اپنے بچوں کی خاطر لڑ جاتے ہیں، پر حضور مفتئ اعظم ہر معاملہ میں شریعت کو مقدم رکھتے تھے۔

حضرت کی سادگی

عرس رضوی کے ایام میں حضرت بہت زیادہ مصروف رہتے، تین دن بالکل آرام نہیں کر پاتے، مہمانوں کے لیے انتظام اور عرس کی تقریبات وغیرہ کے اہتمام میں مشغول رہتے، آپ کو اپنا خیال نہیں رہتا، نہ ہی کھانے پینے کا اور نہ ہی کپڑوں کا۔ پورے ملک سے لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے، کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت کا کرتا اجلا ہوتا اور اس کے سامنے پاجامہ پیلا نظر آتا، یا پاجامہ سفید ہوتا تو اس کے سامنے کرتا پیلا نظر آتا۔ حضرت ان باتوں کی پروانہ فرماتے۔ حضرت کی صاحبزادیوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ حضرت سے کہہ دیں کہ حضرت کپڑے بدل لیں، کپڑوں کا رنگ بہت عجیب ہو رہا ہے کہ کرتا الگ رنگ کا نظر آرہا ہے تو پاجامہ الگ رنگ کا نظر آرہا ہے۔ جب آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''لوگ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، باہر بیٹھک میں بیٹھے ہیں، کسی کی ٹرین ہے، کسی کی بس ہے، کسی کو کیا کام ہے، لو صاحب! میں اب اپنے کپڑے دیکھوں، جیسا بھی ہوں ٹھیک ہوں۔''

آج دیکھنے میں آتا ہے پیر صاحب عمدہ لباس پہنے آتے ہیں تاکہ مریدوں پر اور دوسرے لوگوں اور مہمانوں پر اس کا اچھا اثر پڑے، لیکن حضور مفتئ اعظم کو ان باتوں کی کوئی پروا نہیں ہوتی تھی۔

اپنی شادی میں بھوکے رہے

حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ آپ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے، یہاں تک کہ آپ اپنی شادی والے دن بھی بھوکے رہے اور کھانا نہیں کھایا۔ کیوں کہ گھر والے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور آپ کو کسی نے کھانے کے لیے نہیں پوچھا، تو آپ نے کھانا بھی نہیں مانگا۔

ایک شخص کے ایمان کا واقعہ

بہرائچ شریف میں ایک کافر رہتا تھا جس کا اپنے بھائیوں کے ساتھ جھگڑا تھا، ان کا جھگڑا اس حد تک بڑھا کہ اس کی بھابھی نے اپنے بھائیوں کو بلا کر اس کے ہاتھ وغیرہ پکڑوائے اور پھر اس کی آدھی زبان کاٹ دی۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا، وہ گھبرا گیا، چیخ مارتا ہوا وہاں سے بھاگا اور حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کی طرف دوڑا۔ راستہ بھر اس کے منھ سے خون ٹپکتا رہا۔ جب وہ مزار شریف پر پہنچا اس نے مزار پاک کی چادر اوڑھ لی اور زبان کا کٹا ہوا حصہ جو منہ سے لٹک رہا تھا اسے ہاتھ سے پکڑ کر منھ میں رکھ لیا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت سے اس کی زبان جڑ گئی۔ اس نے ارادہ کیا کہ میں اب ہر گز اپنے گھر نہیں جاؤں گا اور وہ وہیں درگاہ شریف کے احاطہ میں فقیروں کے ساتھ رہنے لگا۔ درگاہ کے زائرین اسے بھی دوسرے فقیروں کی طرح کھانا یا پیسے وغیرہ دیتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے بیچ میں رہنے لگا اور اسے اسلام اور مسلمانوں سے لگاؤ ہونے لگا۔ اس نے دو تین بار خواب میں دیکھا کہ کوئی نورانی شکل کے بزرگ ہیں اور بہرائچ کے کسی محلہ میں آئے ہوئے ہیں، ایک دن وہ درگاہ میں فقیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ فقرا کے درمیان یہ بات چلی کہ فلاں محلہ میں جانا ہے، وہاں بہت بڑے کوئی پیر صاحب آنے والے ہیں اور وہاں غریبوں کو کھانا بھی ملے گا۔ ان فقرا کا جب اس محلہ میں جانا ہوا یہ شخص بھی ان کے ساتھ ہولیا، حضرت مفتئ اعظم کو جب اس نے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے بولا کہ ارے میں جن بزرگ کو اپنے خواب میں دیکھتا تھا یہ تو وہی ہیں۔ وہ فوراً حضرت کے پاس گیا اور کہا کہ

حضور! مجھ کو کلمہ پڑھا دیجیے۔ وہ حضرت کے دست حق پرست پر ایمان لے آیا۔ وہ صاحب جب عرس رضوی میں بریلی شریف حاضر آتے تو لوگوں کے سامنے اپنے اس واقعہ کو بیان کرتے تھے اور اپنی وہ زبان بھی دکھاتے جو حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت سے جُڑ گئی تھی۔ صرف ایک سیاہ لکیر ان کی زبان میں تھی۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت اور حضور مفتیٔ اعظم کے فیض سے زبان کٹنے کے بعد بھی الفاظ کی ادائیگی وہ صاف کرتے تھے اور ان کی زبان میں لکنت نہیں تھی۔

عرس کے مہمانوں کا خیال

باجی صاحبہ کا بیان ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم کو نذرانوں کے جو پیسے اعلیٰ حضرت کے عرس سے دو تین مہینہ پہلے ملتے تھے، وہ آپ استعمال نہیں فرماتے، بلکہ عرس میں آنے والے مہمانوں کے لیے جمع فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اِن مہینوں میں دیتا ہے تو میں سمجھتا ہوں اعلیٰ حضرت کے مہمانوں کا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ کا مشورہ

عرس رضوی کے دن تھے، حضرت مفتیٔ اعظم کا باورچی بیمار ہو گیا، مہمانوں کا کھانا بننا تھا، حضرت کو فکر لاحق ہوئی، اعلیٰ حضرت کے کسی خلیفہ نے جو عرس رضوی میں آچکے تھے حضرت سے فرمایا کہ آپ دونوں بھائیوں کے گھر میں کم از کم نو لوگ ایسے ہیں جو با آسانی مہمانوں کا کھانا بنا لیں گے۔ حضرت سمجھ گئے کہ صاحبزادیوں اور بھتیجیوں کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت نے ان کے اس مشورے کو پسند کیا اور فرمایا: ہاں! گھر کی عورتیں ان کاموں میں لگ جائیں گی۔

اپنے پیر کے عرس میں خدمت کرنا

حضرت عرس رضوی کا اہتمام بڑی خوش دلی سے فرماتے۔ ضعیفی میں بھی عرسوں کے سارے کام انجام دیتے۔ ملک بھر سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کرنا، علما سے ملنا جلسے کے معاملات دیکھنا، مہمانوں کے کھانے کا اہتمام کرنا، مسائل پوچھنے والوں کو جواب دینا

تعویذات وغیرہ دینا۔ آپ جب اپنے کسی عزیز سے یہ سنتے کہ عرس میں بڑی تھکان ہو جاتی ہے، گھر میں کوئی جگہ خالی نہیں رہتی ہے، ہر وقت مہمان ہوتے ہیں اور منع کرنے کے باوجود بھی عورتیں بچے آجاتے ہیں، تو یہ سن کر حضرت فرماتے کہ ہم جوانی میں اپنے پیر و مرشد کے عرس میں ایک دن پہلے پہنچ جاتے تھے اور ان کے (پانچ روزہ) عرس میں ہاتھ بٹاتے، دو تین گھنٹے کی نیند مل جاتی، پھر تازہ دم ہو جاتے اور عرسوں کے کاموں میں لگ جاتے۔

حضرت کا یہ ظاہر فرمانا ہوتا کہ ایسا نہیں کہنا چاہیے کہ عرسوں میں بڑی تھکان ہو جاتی ہے بلکہ مہمانوں کو اچھے سے لینا چاہیے کہ اللہ کے ولی کے عرس میں آئے ہیں۔

مہر کی رقم کو بڑھا دیا

بیسلپور میں شادی تھی، لڑکے والوں کا گھر سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور مفتیٔ اعظم سے مرید تھا، لڑکے والوں نے حضرت سے اصرار کیا کہ حضور! آپ ہم لوگوں کے ساتھ بارات میں تشریف لے چلیں، ہم لوگوں کی عزت بڑھ جائے گی۔ حضرت لڑکے والوں کی طرف سے تشریف لے گئے جہاں شادی کی تقریب منعقد تھی، وہاں اعلان ہوا کہ مہر گیارہ روپیہ رکھا گیا ہے، حضرت بہت ناراض ہوئے، اٹھ کھڑے ہوئے اور جلال میں فرمایا کہ ’’ایک بکری کی قیمت سے بھی کم، ایک بکری کی قیمت سے بھی کم۔‘‘ آپ نے گیارہ روپیہ اسی وقت دلوائے، بعد میں گیارہ سو روپیہ مزید کروائے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت بڑے بیٹے کے لیے سگی بھانجی لائے اور چھوٹے بیٹے کے لیے سگی بھتیجی لائے اور اس زمانے میں بھی ان کا مہر ایک ایک لاکھ روپیہ رکھا۔

حضرت کے اس واقعہ سے یہ سبق ملا ہے کہ مہر حسب حیثیت رکھنا چاہیے۔

مہر ادا کرنے کا طریقہ

حضور مفتیٔ اعظم کی اہلیہ مادر اہل سنت چھوٹی بی صاحبہ کا مہر ایک لاکھ روپیہ تھا، اس زمانے کا ایک لاکھ آج کا ایک کروڑ روپیہ یا اس سے بھی زائد ہوگا۔ حضرت کے پاس جب کبھی کوئی رقم آتی تو آپ اسے اپنی اہلیہ کو دیتے اور فرماتے کہ میں نے تمہارے مہر میں دیا اور یہ

سلسلہ مدتوں رہا۔

ادب رسول ﷺ

حضرت جب مدینۂ پاک میں سرکار ﷺ کے روضۂ اقدس میں ہوتے تو جالی مبارک سے دس قدم دور کھڑے ہو کر حاضری دیتے اور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھتے تھے۔کسی نے جالیوں کا آپ سے رنگ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی ادب کی جگہ ہے کہ میری کبھی وہاں نگاہ ہی نہیں اٹھی، ہاں یہ سنا ہے کہ وہاں سنہرے اور ہرے رنگ کی جالیاں ہیں۔

آپ ایک جگہ اپنے نعتیہ کلام کے شعر میں فرماتے ہیں ؎

پاؤں تھک جاتے اگر پاؤں بناتا سر کو　　سر کے بل جاتا مگر ضعف نے جانے نہ دیا

خدا کی مرضی معلوم نہیں ہوتی

حضرت کے پاس اکثر مریدین دعا کرواتے تھے کہ حضور بہن کے لیے، بیٹی کے لیے دعا فرما دیں کہ اچھا رشتہ آجائے اور بعض یہ بھی عرض کرتے کہ حضور! کوئی اچھا رشتہ بتا دیں۔حضرت ان لوگوں سے فرماتے کہ میں نے بھی زندگی میں دو رشتہ کروائے اور دونوں ہی ناکامیاب ہوئے اور اللہ کی مرضی نہیں معلوم ہوتی ہے کہ میں ان کاموں میں پڑوں۔

حضرت کی برکت سے مالا مال ہو گئے

حضرت مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمبئی کے کولسا محلہ میں تشریف لاتے تھے، وہاں ایک غریب خاندان چھوٹے سے کمرے میں رہتا تھا، ان لوگوں نے حضرت کو اپنے یہاں اس خیال سے مدعو کرنا چاہا کہ حضرت کے قدم ہمارے گھر آجائیں گے تو ہماری غربت دور ہو جائے گی، پر ان کی اتنی بھی حیثیت نہیں تھی کہ وہ حضرت کے ناشتے کا بھی اہتمام کرلیں اور حضرت کے ساتھ ہر وقت دس پندرہ لوگ بھی ہوتے تھے۔تو حضرت کا جہاں قیام تھا ان لوگوں سے انھوں نے کہا کہ بڑی غربت ہے، ہمارے پاس بجلی کے بارہ تیرا روپیہ دینے کے بھی پیسے نہیں ہوتے ہیں، اسی وجہ سے بجلی بھی کٹ گئی تھی، جیسے تیسے بِل تو اب ہم نے بھر لیا ہے،

ہمارے یہاں حضرت آجائیں اور کوئی ایک صاحب بھی آجائیں تو ہم حضرت کے سامنے چائے بسکٹ رکھ دیں گے۔حضرت سے جب ان لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ بہت غریب ہیں، پریشان حال ہیں، ناشتے میں بھی وہ کچھ اہتمام نہیں کر سکتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ناشتے کی بھی کیا ضرورت ہے؟ آپ خوشی خوشی ان لوگوں کے یہاں تشریف لے گئے اور کافی دیر تک آپ ان کے پاس رہے، انہیں مرید فرمایا اور خیر و برکت کے لیے بار بار دعائیں فرماتے رہے۔بعد میں اس خاندان نے اتنی ترقی کرلی کہ وہ لوگ افریقہ جا کر بس گئے، وہ دوسروں سے اس بات کا اکثر ذکر کرتے کہ یہ سرکار مفتیٔ اعظم کی دعاؤں کی برکت ہے کہ ہم لوگوں کی غریبی اور مفلسی بھی دور ہوئی اور آج ہمارا خاندان افریقہ میں خوش حال لوگوں میں مانا جاتا ہے۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ بمبئی میں ایسے کئی خاندان ہیں جو بتاتے ہیں کہ گھر میں بہت غربت تھی، بھائی بہن زیادہ تھے، حضرت سے خیر و برکت کا تعویذ لیا جس کے بعد ہم خوش حال ہو گئے۔

دھوبن کی عقیدت

حضرت کے گھر جو دھوبن (کپڑے دھونے والی) آتی تھی وہ دوسروں کے کپڑوں کی گٹھری کو بغل میں دبا لیتی تھی، لیکن ہمیشہ حضرت کے کپڑوں کو وہ اپنے سر پر رکھتی تھی اور کہتی تھی کہ میاں صاحب کے کپڑے دھوتی ہوں تو مجھے کبھی مالی پریشانی نہیں آتی ہے، اگرچہ دھوبنوں کی ان دنوں ایسی کوئی خاص کمائی نہیں ہوتی تھی لیکن وہ یہ یقین رکھتی تھی کہ اس کے گھر میں جو برکت ہوتی ہے وہ حضرت کے کپڑے دھونے کی وجہ سے ہے۔

حرمین شریفین میں مفتیٔ اعظم

مدھیہ پردیش کے چند حاجی حضرات حج کے بعد عرس رضوی میں شرکت کے لیے بریلی شریف پہنچے، وہ لوگ حضور مفتیٔ اعظم کے مرید تھے، اپنے ساتھ کھجور، آب زم زم شریف اور کپڑے وغیرہ تحفہ بھی لائے تھے، ان کے ساتھ کچھ مستورات بھی تھیں جو مرید ہونے کے لیے آئی تھیں۔انہوں نے خدام سے حضرت کی خیریت پوچھی تو ان کو بتایا گیا کہ حضرت علیل ہیں، سفر بھی

نہیں فرما رہے ہیں اور تعویذ بھی لکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ سن کر ان لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی، ان لوگوں نے کہا کہ ہماری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں، ہم نے حضرت کو مکہ میں طواف کرتے دیکھا ہے، مگر بھیڑ کی وجہ سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ پھر ہم نے حضرت کو مدینہ میں بھی دیکھا تھا لوگ دست بوسی کر رہے تھے، ہماری گھر کی عورتوں نے بھی دیکھا تھا۔ خادم نے اور جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ حضرت بریلی سے علالت کی وجہ سے کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے۔ بحث کے بعد یہ مشورہ ہوا کہ کیوں نہ حضرت ہی سے پوچھ لیا جائے۔ جب حضرت سے ان کی ملاقات ہوئی تو ایک صاحب نے ہمت کر کے پوچھا کہ حضور ہم نے آپ کو مکہ اور مدینہ شریف میں اس سال حج کرتے دیکھا ہے اور یہاں والے بتا رہے ہیں کہ آپ بریلی میں تھے۔ یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا: اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

مفتیٔ اعظم کی برکت سے دین دار ہو گئے

ایک صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم ان کے گھر تشریف لائے تو ان کی نوجوانی کا عالم تھا، انہیں مذہبی لوگوں میں اور دینی معاملات میں دلچسپی بہت کم تھی، واپسی کے وقت ان کے والد صاحب نے حکم دیا کہ ڈرائیور کے ساتھ تم بھی حضرت مفتیٔ اعظم کو شہر چھوڑ آؤ، انہیں یہ کام بار معلوم ہوا، انہوں نے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی تیز چلانا تا کہ جلدی چھوڑ کر واپس آجائیں، ڈرائیور نے گاڑی کو تیز رفتار سے چلانا شروع کیا، راستہ میں کہیں گائے بیل وغیرہ چر رہے تھے کہ تیز رفتاری کی وجہ سے ایک جانور گاڑی سے ٹکرا گیا، وہاں قریب میں کھڑے لوگ چیخنے لگے اور گاڑی کی طرف دوڑے، ان صاحب نے ڈرائیور سے گاڑی بھگانے کے لیے کہا تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ گاڑی روکو، ان صاحب نے کہا: حضور یہ دیہاتی لوگ ہیں، بدتمیزی کریں گے۔ پھر بھی حضرت نے ان سے گاڑی روکنے کو کہا۔ جب گاڑی روکی تو بہت سے دیہاتی دوڑتے ہوئے گاڑی کے پاس آ گئے، حضرت گاڑی سے اترے تو آپ کو دیکھ کر دیہاتی خاموش رک گئے، حضرت نے ان سے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کے آپ

کی گاڑی سے ٹکرا کر ہمارا ایک جانور مر گیا ہے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ تمہارے کتنے جانور تھے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے گیارہ جانور تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اپنے جانور کی گنتی کرو، ان لوگوں نے جب گنتی کی تو پورے گیارہ جانور تھے۔ حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اچھے سے اطمینان کرلو۔ وہ لوگ حیرت زدہ ہو گئے ان کے جانور سب تندرست اور گنتی میں بھی پورے تھے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر میرے دل کی دنیا بدل گئی اور میں دین کی طرف مائل ہو گیا۔

بیالیس عمارتوں میں تشریف لے گئے

حضرت کے کچھ معتقدین اور مریدین جو بمبئی کے تیلی محلے علاقے کے تھے، انھوں نے سوچا کہ دیکھا جائے کہ حضرت اس ضعیفی میں کتنی جگہ تشریف لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے لکھنا شروع کیا اور حساب لگایا کہ حضرت ایک دن میں بیالیس عمارتوں میں تشریف لے گئے، جن میں بعض عمارتیں چار منزلہ بھی تھیں، تو کچھ پانچ منزلہ بھی۔ یہ بھی ہوتا کہ کسی منزلہ میں تشریف لے گئے تو اسی منزلہ کے دوسرے لوگ بھی التجا کرتے کہ حضور کچھ وقت کے لیے ہمارے گھر بھی تشریف لے آئیں، ہم پر بھی کرم فرمائیں۔ حضرت اس کمزوری میں بھی سب کا دل رکھتے کہ مسلمان خوش ہو جائیں گے اور سب کے گھر تشریف لے جاتے۔

مرید کی پیسوں سے مدد

حضرت مفتیٔ اعظم کے ایک مرید کا بیان ہے انہوں نے فقیر راقم الحروف کے والد صاحب سے ذکر کیا، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے کہ ان کا کام بالکل ٹھپ ہو گیا تھا، پرانا وقت بہت اچھا تھا اور پھر اچانک مالی پریشانی آگئی تھی، قرضہ بھی ہو گیا تھا۔ خدا جانے کیسے حضرت کو ہماری حالت کا علم ہو گیا، آپ بمبئی تشریف لائے، ہماری دس ہزار روپیوں سے مدد کی اور پھر چند مہینے بعد دوسرے دس ہزار بھی بھجوائے۔ اس وقت بیس ہزار روپے بہت بڑی رقم ہوتی تھی، بلا کسی شرط کے کہ کب دو گے؟ کیسے دو گے؟ کیا کرو گے؟ آپ نے عطا فرمایا۔ حضرت کا

یہ احسان ہم زندگی بھر نہیں بھلا سکتے۔

کیا واقعی رجوع فرمایا؟

کچھ لوگوں نے یہ بات مشہور کی کہ لاؤڈ اسپیکر کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے تعلق سے حضور مفتیِ اعظم کا فتوی پہلے جواز کا تھا، پھر بعد میں آپ نے رجوع کر کے عدم جواز کا فتوی دیا۔ فقیر نے حضرت علامہ حبیب رضا خان صاحب علیہ الرحمہ اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور حضرت مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ سے اس سے متعلق پوچھا تو ان بزرگوں نے اس بات کی تردید فرمائی، اس سلسلے میں حضرت کا شروع سے ہی فتوی عدم جواز کا تھا۔

کھانا مچھلیوں کو ڈلوایا

نواسیٔ حضور مفتیِ اعظم محترمہ نزہت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ سفرِ حج میں پانی کے جہاز میں جو کھانا ملتا تھا کھانے کے بعد اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا تو حضرت مفتیِ اعظم فرماتے تھے کہ اسے سمندر کی مچھلیوں کو ڈال دو کہ یہ ان کی غذا ہو جائے گی۔

کولھو کے بیل

حضرت مفتیِ اعظم، راجستھان کے دورے پر تشریف لے گئے، آپ سے وہاں کثیر تعداد میں لوگ ملاقات کرنے آپ کی قیام گاہ پر آتے، وہیں آپ بھی لوگوں کے اصرار پر ان کے گھروں میں ان کی دکانوں میں تشریف لے جاتے، جوق در جوق لوگ مرید ہوتے، بہت سے افراد تعویذات بھی لیتے، قیام گاہ پر لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی، کوئی مسئلہ پوچھتا تو کوئی تعویذ لیتا۔ دن بھر مصروف رہنے کے بعد دیر رات حضرت نے لوگوں سے فرمایا کوئی صاحب تعویذ کے لیے رہ تو نہیں گئے ہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں حضور! سب کو تعویذ مل گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اب میں تھوڑی دیر آرام کر لوں؟ میزبان نے عرض کیا کہ جی حضور۔ آپ کمرے میں تشریف لے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر دیا، پھر آپ لیٹ گئے، حضرت کی آنکھ لگی ہی تھی کہ کوئی زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا اور باہر سے بحث کرنے کی بھی آواز آنے لگی کہ نہیں ہم

دو رہ گئے ہیں، ہم کسی کام سے چلے گئے تھے، ہمارا تعویذ رہ گیا ہے اور صبح حضرت چلے جائیں گے۔ حضرت نے دروازہ کھولا، وہ لوگ کمرے میں آئے کہ تعویذ چاہیے، حضرت نے جلال نہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے گاؤں میں کولھو کے بیل کو کس وقت آرام کے لیے چھوڑا جاتا ہے؟ یہ فرما کر آپ نے انہیں تعویذ عطا فرمایا اور اپنے آرام کی پروا نہیں کی۔

پڑھا کم ہے گھنے زیادہ ہیں

نبیرۂ استاذ زمن حضرت صدر العلماء بیان فرماتے ہیں کہ میں کسی کام سے سوداگران محلے پہنچا، میرے ہاتھ میں ایک ضخیم کتاب تھی، حضرت مفتیِ اعظم نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے کتاب کے بارے میں بتایا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ''ہم نے پڑھا کم ہے گھنے زیادہ ہیں''۔ صدر صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا کہ حضرت بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کے لیے فرما رہے ہیں۔ پھر میں نے حضرت کی صحبت زیادہ اختیار کی تو مجھے وہ فائدہ ہوا جو برسوں کتابیں دیکھنے سے نہیں ہوتا۔

فقیر عرض کرتا ہے: کچھ علوم ایسے ہیں کہ وہ کتب بینی سے نہیں آتے ہیں، جیسے افتا اور رد بد مذہب، ان کے لیے ماہر مفتی کے پاس بیٹھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔ حضرت مفتیِ اعظم کا یہ فرمانا کہ ''ہم نے پڑھا کم ہے اور گھنے زیادہ ہیں'' اس میں اعلیٰ حضرت کی صحبت کی طرف اشارہ ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ نے کتابیں کم پڑھی تھیں، بلکہ آپ نے مکمل طور پر تعلیم حاصل فرمائی تھی اور آپ کے تو بڑے بڑے علما شاگرد تھے، جیسے محدث اعظم پاکستان، شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب، حضور تاج الشریعہ علیہم الرحمہ وغیرہم۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ خود سے کتابوں کا مطالعہ کرنے کی بہ نسبت کسی ماہر مفتی اور طبیب حاذق کے پاس بیٹھنا زیادہ مفید ہے۔ حضور مفتیِ اعظم اپنے والد فقید المثال سرکار اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہتے تھے، حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا بھی سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: مجھے جامعۃ الازہر جانے سے وہ فائدہ نہیں ہوا جو حضور مفتیِ اعظم کی صحبت سے ہوا۔

حضور مفتیٔ اعظم کی اولاد

حضرت کی کل بارہ اولاد ہوئیں، دس صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے۔

بیٹوں کے نام: (۱) محمد انور رضا، جو دو سال چار مہینے زندہ رہے۔

(۲) محمد مرتضیٰ رضا، اکیس دن زندہ رہے۔

بیٹیوں کے نام:

(۱) نگار فاطمہ (سرکار فاطمہ، آپ کا نکاح اعلیٰ حضرت نے پڑھایا، سخاوت، تقویٰ، پرہیزگاری میں اپنے بزرگوں کی امین تھیں، قرآن عظیم اپنے بچوں کو خود پڑھایا۔)

(۲) انوار فاطمہ (جن کو حضرت اپنی اولادوں میں ہیرا فرماتے تھے، آپ کی عمر اکیس سال ہوئی۔

(۳) ابرار فاطمہ (برکات فاطمہ، اعلیٰ حضرت نے آپ کو برکت والی فرمایا اولادوں میں سب سے آخر میں وصال فرمایا۔)

(۴) رابعہ فاطمہ (نہایت خاموش طبیعت، زاہدہ اور شاکرہ تھیں)

(۵) حاجرہ فاطمہ (المعروف باجی صاحبہ، صابرہ، عابدہ، پیر سے معذور ہونے کے باوجود عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھیں، آپ سے کشف و کرامات بھی صادر ہوئیں، مستجابۃ الدعوات تھیں۔)

(۶) سارہ فاطمہ (علم و فضل و کمال میں ممتاز کئی پاروں کی حافظہ تھیں، سینکڑوں غریب لڑکیوں کو قرآن عظیم کی تعلیم دی اور اپنی جیب خاص سے غریب لڑکیوں کی شادیاں کروائیں، بڑی متقیہ پرہیزگار تھیں۔)

(۷) شاکرہ فاطمہ (نہایت نیک طبیعت، پارسا، عابدہ، خانوادے میں ہر دل عزیز اور مہمان نواز تھیں، والدین کا گھران ہی کے حصہ میں آیا، مستورات آپ سے فیضیاب ہوتیں۔)

(۸) زکیہ فاطمہ

(۹) صفیہ فاطمہ

(۱۰) تسکین فاطمہ

یہ تینوں بہت کم عمری میں انتقال کر گئیں۔

فقیر قادری حضرت مفتیٔ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باکمال اولادوں سے متعلق ایک مستقل کتاب تحریر کرنے کی خواہش رکھتا ہے، مولا سے تائید غیبی کی امید ہے۔

مفتیٔ اعظم کا خواب

سرکار اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضور مفتیٔ اعظم نے خواب دیکھا تھا کہ ایک بھاری پتھر اعلیٰ حضرت کے سینۂ اقدس پر رکھا ہوا ہے اور حضرت مفتیٔ اعظم نے اسے گھبرا کر فوراً اٹھا لیا۔ جب حضرت بیدار ہوئے تو آپ کو اپنے خواب سے تشویش ہوئی، پھر آپ نے اعلیٰ حضرت کے خلفا سے اپنا خواب ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے سینے میں جو کچھ تھا انہوں نے آپ کو عطا فرما دیا۔